

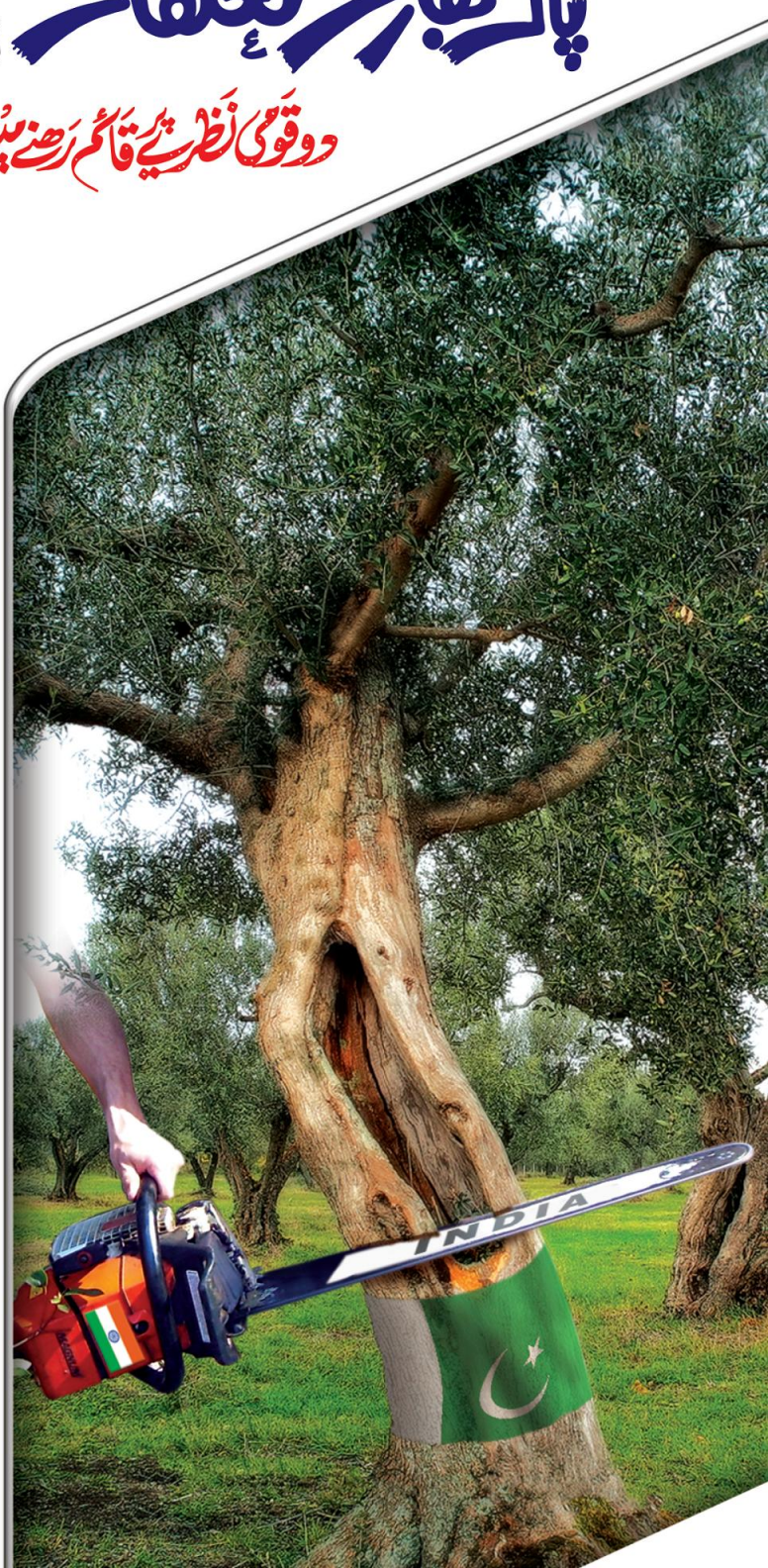
آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

نونا لان پاکستان کے ناچختہ ذہنوں پر
مغربی تہذیب ثقافت کی چھاپ میں لگن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
منہج کتاب و سنت ہے
میدان عمل میں
طلباء کا ترجمان

شمارہ نمبر 1 جنوری 2013ء صفحہ اول 1435ھ جلد نمبر 13

پاک بھارت تعلقات
ہندو بنیاں ہمیں کاٹ کر پھینکنے جب کہ ہم
اسکی جڑیں مضبوط کرنے میں لگن ہیں
دوقومی نظریے قائم رہنے میں ہمارے قوم کی بقا ہے



اے نوجوان ملت!

کہتے ہیں کہ لفظ انسان ”نسیان“ سے ہے جس کا مطلب ہے ”بھولنا“۔ بہ الفاظ دیگر انسان غلطی کا پتلا ہے جو اپنے شب و روز میں نہ جانے کتنی کوتاہیوں کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ حضرت انسان سے سرزد شدہ یہ غلطیاں انفرادی حیثیت بھی رکھتی ہیں اور اجتماعی بھی۔ انفرادی طور پر یہ خود کسی سزا کا مستحق قرار پاتا ہے جب کہ اجتماعی طور پر چند افراد اس غلطی کے وبال کی زد میں آسکتے ہیں۔ مگر چند غلطیاں ایسی بھی ہیں جو پوری قوم یا ملت اجتماعی طور پر سرانجام دیتی ہے۔ کسی قوم کی طرف سے بحیثیت مجموعی کسی غلطی، سستی یا کوتاہی کا ہونا کسی بڑے المیے سے کم نہیں۔

پاکستانی قوم کی بات کی جائے تو ہمارا ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم کلی طور پر اپنی اہمیت سے بے خبر، دین کو روایات کا لبادہ اوڑھائے دنیا کی بے چینیوں کو دل میں سموئے ہوئے ہیں۔ پاکستان کا نوجوان طبقہ بالخصوص اور پوری امت کے نوجوان بالعموم اس بات سے قطعی نااہل ہیں کہ دنیا کے حالات کس نہج پر پہنچ چکے ہیں اور ان بدلتے حالات میں میرے کرنے کا کام کیا ہے؟ اپنے خطے کی بات کی جائے تو امریکہ افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں سے اپنی ذلت و پستی کی دھجیاں سمیٹتا رخصت ہونے کو ہے۔ اس کے ناپاک وجود کے ساتھ ساتھ بچے کچے نجس اتحادی بھی یہاں سے اپنا بوریا بستر گول کر کے چلتے بنیں گے (اور بہت سے تو پہلے ہی جا چکے ہیں)۔ امریکہ کی شکست اسے اسی طرح کئی حصوں میں تقسیم کر دے گی جس طرح روس ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا۔ اس کے بعد یقیناً کئی ایک محاذ کھلیں گے اور کفر اپنے منطقی انجام تک پہنچے گا۔ (ان شاء اللہ) مگر افسوس یہ ہے کہ اس امت کا نوجوان رنگ برنگے نعروں میں الجھا کبھی اس ”لیڈر“ کے پیچھے پیچھے ہے تو کبھی اس لیڈر کے۔ جمہوریت کے ”گند“ میں لتھڑے یہ ”شعبہ باز“ اس نوجوان کو طرح طرح کی ترغیبات سے مانوس کرنے کی تگ و دو میں ہیں۔ کہیں ”میوزیکل شو“ کے جھانسنے میں اللہ کے ان سپوتوں کے ووٹ پکے کئے جاتے ہیں تو کہیں ”یوتھ فیسٹیول“ اس مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کہیں دھونس جمائی جاتی ہے تو کہیں منت ترلے سے کام چلایا جاتا ہے۔ الغرض ہر کسی نے اپنا اپنا کاروبار چلایا ہوا ہے اور وہ امت کے قیمتی ورثے کو اس ”فضول“ مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

مگر اے نوجوان ملت! ذرا سوچو! تمہاری صلاحیتیں دعوت و جہاد کے میدانوں میں صرف ہونی چاہئیں یا ان مطلب پرستوں کے لئے ”بیلٹ بکس“ بھرتے ہوئے!!

فیصلے کا اختیار تمہارے پاس ہے مگر اپنا فیصلہ دینے سے قبل اپنے رب کے فیصلوں پر غور ضرور کرنا.....!!



باب العلم

آخبار طالباء

منہج کتاب و سنت لیے
میدان عمل میں
طلباء کا ترجمان



شمارہ نمبر 1 جنوری 2013ء - صفر ربیع الاول 1434ھ جلد نمبر 13

فہرست

16	راشد علی	شہرِ رگ وطن	● حالات حاضرہ
26	بلال غزنوی	اخبارِ عالم	●
6	پروفیسر حافظ محمد سعید	تفسیر سورۃ محمد ﷺ	● تفسیر القرآن
19	مسعود احمد غازی	حضور ﷺ آئے تو ہمکے جہانِ حرف و قلم	● سیرت محمد ﷺ
28	حافظ عرفان	حریص علیکم	
36	عمران بن عبدالعزیز	شمع نبوی ﷺ کے پروانے	
11	جنید الرحمن	گناہ..... امتحانات کی تیاری میں رکاوٹ	● تعلیم و تعلم
23	محمد احسن	اعلیٰ تعلیم اداروں پر حکومتی وار	
24	وقار احمد	طلباء کا رز	
35	محمد احمد	یوٹیشن کلچر کی بھرمار	
38	محمد یاسین صدیق	مطالعہ کیسے کریں؟	
13	روحان ابراہیم	کارٹونز..... ایک ثقافتی یلغار	● فکر و نظر
15	حافظ مسعود الرحمن	عہدِ فاروقی کا عسکری نظام	
30	احسان الہی تبسم	یہود کی قابلِ ندامت غلطیاں	● تعاقب
41	ساجد الرحمن	آکسفورڈ یونیورسٹی پولیس	
39	ادارہ	قارئین کے خطوط، تبصرے، تجاویز	● آپ کی آراء
40	ابن حامد	3G ٹیکنالوجی	● سائنس و یو
44	ادارہ	ایمان ہو تو ایسا دہیاتی کا قبول اسلام.....	● پھول ستارے
48	حسن عبداللہ	گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ساہیوال	● تعارف

2013

?

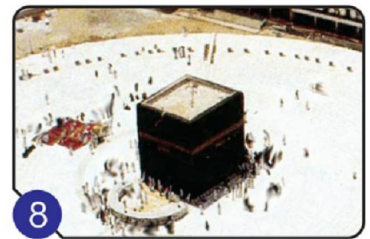
2

اداریہ
احمد سدید



4

پاک بھارت تعلقات
عبدالرحمن



8

عہد..... عہدِ نبوی ﷺ کے
حفظہ عماد



32

لہو میرا..... بہہ رہا ہے!!
میرا ہول بھی بہہ رہا تھا.....
سلیم اللہ صفدر

فی پرچہ 15 روپے، سالانہ 150 روپے

یورپی ممالک پونڈ	امریکی ڈالر	سعودی ریال
20	30	70

PO BOX No. 966, GPO LHR.
akhbaretalaba@yahoo.com

Ph: 0334-7551755

سوشلزم اور جمہوری نظاموں کے پشتیبان بننے کی بجائے بحیثیت مسلمان طالب علم فکر اسلامی کا احیاء ہی ہماری اولین ذمہ داری ہے

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا.

محمد ﷺ اللہ کا رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھ گاہ کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تو رات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کوئیل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔“ (سورۃ الفتح: آیت: 29)

نئے سال کا آغاز ہے۔ ہر بار کی طرح اس مرتبہ بھی ہر شخص اپنا تجربہ و تہرہ پیش کر رہا ہے۔ پچھلے سال 2012 کے حوالے سے ”کیا کھویا کیا پایا“ کے عنوان سے ہر طبقہ اپنی اپنی رپورٹ پیش کر رہا ہے۔ اعداد و شمار مرتب کر کے اپنی کامیابیوں اور دوسروں کی ناکامیوں کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے کی پیروی کرتے ہوئے ہمارے نوجوان بھی گزشتہ چند سالوں سے نیوا نیر نائٹ میں سڑکوں پر پاگلوں کی طرح ناچنا شروع ہو گئے ہیں۔ اسی طرح سال نو پر مبارکبادوں کے پیغامات چلتے ہیں۔ گو کہ یہ اسلامی سال نہیں ہے۔ لیکن دنیا میں چونکہ بظاہر صلیبیوں کا غلبہ ہے اور غالب قوم کی ہر چیز مغلوب قوم میں نقل کرتی ہیں اس لیے امت مسلمہ ابھی تک ہجری کیلنڈر کی بجائے عیسوی کیلنڈر استعمال کر رہی ہے اور شاید اسلامی سال کے آغاز و اختتام کا اکثریت کو پتہ بھی نہ چلتا ہو..... بہر حال گزشتہ سال پر تبصرے اور نئے سال کے متعلق پیش گوئیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ نئے سال کے بارے میں اپنے منصوبوں کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ وطن عزیز میں چونکہ اس وقت انتخابی مہمات کا دور دورہ ہے لہذا ساری قوم کی توجہ اس پر مرکوز ہے ہر سیاسی جماعت اپنے منشور کا اعلان کر رہی ہے۔ مذہبی و سیاسی جماعتیں بھی اپنا پورا زور لگا رہی ہیں۔ الیکشن سے پہلے جوڑ توڑ کا عمل ہوتا ہے لہذا وفاداریاں خریدی اور بیچی جا رہی ہیں۔ نئے نام اور نئے ایجنڈے کے ساتھ سامنے آرہے ہیں۔ اسی طرح الزام تراشی کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک دوسرے کی کردار کشی حتیٰ کہ ذاتیات پر رکیک حملے کیے جا رہے ہیں۔ جبکہ عوام کو سبز باغ دکھانے اور بجلی گیس کی لوڈ شیڈنگ اور مہنگائی کے مارے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور ”ووٹ ایک امانت ہے“ کا جھانسدے کر ذاتی مفادات کے حصول کا کام جا رہی ہے۔

ان حالات میں ہمارے لیے لائحہ عمل کیا ہو؟ بحیثیت مسلمان طالب علم پاکستان کے نوجوانوں کو کون کون سے چیلنجز اور خاص کر بدلتی ہوئی دنیا میں ملت اسلامیہ کے افراد کو کیا کرنا چاہیے اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے کیونکہ

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

سب سے پہلے تو ہمیں اپنی بنیاد کو سمجھنا ہے۔ مغرب کی طرح ہم ڈارونی بندر سے ترقی کرتے کرتے وہ انسان نہیں بنے جس کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور سونا ہے۔ بلکہ ہم اللہ احسن الخالقین کے پیدا کردہ اشرف المخلوقات ہیں جنہیں احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے۔ جنہیں اللہ کی عبادت کا عظیم تر مقصد سونپا گیا ہے اور ”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا“ (سورۃ الملک: 2) جنہیں اس آزمائش کے ساتھ زندگی و موت کے چکر میں رکھا گیا ہے کہ دیکھا جائے ان میں سے کون اپنی من مانی کرتا ہے اور کون اپنے پروردگار کا مطیع و فرمانبردار بن کر اس کی رضامندی کے لیے نیک اعمال بجالاتا ہے۔ ”ثُمَّ إِنِّي مَرَّ جَعْلُكُمْ“ پھر ہماری طرف تمھارا لوٹنا ہے!.....)

یہ عقیدہ (یعنی عقیدہ آخرت) جن لوگوں کا ہو، جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے قائل ہوں بلکہ جن کو ابدی زندگی کا شعور ہو وہ فانی زندگی میں شتر پیار کی طرح نہیں ہوتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں ”فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُذِلَّ الْجَنَّةُ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ“ (آل عمران: 185) پس جو شخص جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس تحقیق وہ کامیابی پا گیا اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔ لہذا ایک مسلمان اپنے ہر عمل کے بارے میں اس لحاظ سے متفکر ہوتا ہے کہ آیا یہ عمل میری آخرت کو سنوارے گا یا بگاڑے گا۔ اس نکتہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم جائزہ لیں کہ گزشتہ سال کی کارکردگی کیا رہی۔ اگر اللہ کے دربار میں میری کتاب میں اس سال کا حساب کھولا گیا تو مجھے فخر ہوگا یا ندامت۔ اگر تو ہم اس حوالے سے پر امید ہیں تو اللہ کا شکر ادا کر کے عمل میں مزید تیزی لائی جائے اور اگر معاملہ الٹ ہے تو اصلاح کی جائے کہ اللہ نے اصلاح کی مہلت دے دی ورنہ ساتھ چلنے والے کتنے ہی ایسے تھے جن کی مہلت گزشتہ سال ختم ہو گئی۔ جن کے عمل کا وقت ختم ہو گیا اور جزا و سزا کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ یاد رہے کہ اس ابدی زندگی میں کامیابی و ناکامی کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل جوانی کے ایام ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین انسان کے قدم تھام لے گی جب تک انسان پانچ سوالوں کے جواب نہ دے دے ان میں ایک سوال عن عمرہ فیما افناہ زندگی کن کاموں میں صرف کی؟ اور دوسرا سوال عن شبابہ فی ما افناہ جوانی کن کاموں میں گزاری؟ ہوگا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہا ان للہ لیعجب عن الشباب الذی لیست لہ صبوۃ بے شک اللہ اس نوجوان سے تعجب کرتا ہے جس میں بچپن کی حماقتیں نہ ہوں۔ لایا بلای پن غیر ذمہ دارانہ رویہ، غیر سنجیدگی، امت کے مسائل سے پہلو تپی، اسلام کی دادرسی کی بجائے ”اپنے آپ“ میں مگن رہنے والے اللہ کو پسند نہیں۔ بلکہ اللہ کو وہ نوجوان پسند ہیں جن کی جبینیں رب کے سامنے جھکیں، جن کو دیکھ کر نظر آئے کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں، جو رکوع و سجود میں مصروف نظر آئیں، مومنوں کے لیے بہت نرم ہوں، امت مسلمہ کے دکھوں کا مداوا کرنے والے ہوں۔ مظلوموں کی آہ پر جانیں قربان کرنے والے، جبکہ جہاد کے میدان کے شہسوار ہوں کہ اللہ کے دشمن ان سے خوف کھائیں۔ ان کے سروں کی قیمتیں لگیں، جو اللہ کے دشمن ہوں وہ ان کے سب سے بڑے دشمن ہوں۔ ایسے ظالم جو اللہ کی زمین پر اللہ سے کفر کریں۔ یہ ان کے لیے قہر خداوندی ہوں اور بدلے میں اللہ انھیں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازے جیسا کہ ان کے ساتھ سورۃ الفتح کی آخری آیت میں وعدہ ہے۔ جب 2013 کی منصوبہ بندی کریں تو یہی باتیں مد نظر ہوں۔ جب ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ ان کے عمل میں اضافہ ہوتا تھا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا، ساری دنیا ان کی مخالف ہو گئی لیکن انھوں نے مخالفت برداشت کی، ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے لیکن وہ عزمیوں کے کوہ گراں ثابت ہوئے، انھوں نے ماریں کھائیں، ہجرتیں کیں، گھر بار، والدین، عزیز و اقارب چھوڑے، کفر کے خلاف تیاری کی، کفر سے لکرائے، معرکے پر معرکے لڑے حتیٰ کہ 10 سالہ مدنی دور میں تقریباً 27 غزوات اور 81 سریات ہیں یعنی اوسطاً ہر 40 دن کے بعد ایک معرکہ۔ میدانوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے، جوانیاں کھپادیں، خون بہا، اعضا کٹے، میدان ان کے پاکیزہ لبو سے رنگین ہوئے، اپنوں کے لاشے اٹھانے پڑے، رسول اللہ ﷺ دنیا کی قیمتی ترین ہستی بذات خود زخمی ہوئے، چچا سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش اٹھائی یہاں تک کفر ٹوٹ گیا اور چہار دانگ عالم میں لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا پرچم لہلہانے لگا۔

آج بھی وہی کردار زندہ ہیں بلکہ دنیا میں ہمیشہ کچھ کرداروں نے باقی رہنا ہے، فرعون بھی موجود ہیں گے جیسا کہ ابوجہل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ میری امت کا فرعون ہے۔ عبداللہ بن ابی کے کردار کے لوگ بھی موجود رہیں گے جبکہ جانوں کا سودا کرنے والے کبھی وَیْنِ النَّاسِ مِنْ یَشْرِیْ نَفْسَہُ، اِبْتِغَاءَ مَعْرَضَاتِ اللہ اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ اللہ کی رضامندی کے لیے اپنی جانوں کو بیچ ڈالتے ہیں۔ فیصلہ انسان کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ کس گروہ میں اپنا شمار کرتا ہے۔ 50 سال کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے یا نہ ختم ہونے والی زندگی کو کنارے کنارے چلتا ہے یا ایمان و یقین کی معراج پا کر سب کچھ رب کے لیے پیش کرتا ہے۔ جہاں تک ملک کی اندرونی صورتحال کا تعلق ہے تو عوام پھر انہی جھانسون میں آرہے ہیں۔ جہاں پارٹی ٹکٹ 5 کروڑ کا ملتا ہو، الیکشن لڑنے کے لیے 10 کروڑ روپیہ لگتا ہو.... کیا وہ لوگ قوم کی خدمت کریں گے یا اپنی۔ افسوس ان دینی جماعتوں پر ہے جو نماز کے لیے نبی ﷺ کو دیکھتے ہیں لیکن معیشت کے لیے کارل مارکس کو اور سیاست کے لیے مغربی جمہوری نظام کو۔ یاد رہے حکومت حاصل کرنے یا نہ کرنے دونوں صورتوں میں اس سسٹم سے وہ اسلام کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ہمارے ہاں بھی تبدیلی کا نعرہ لگ رہا ہے اور نعرے کی تشریع میں معاشی اور انتظامی اصلاحات پیش کی جا رہی ہیں۔ یاد رکھیں! اصل تبدیلی دلوں کی تبدیلی ہے۔ اگر قلوب و اذہان پر عقیدہ توحید غالب آجائے اور سارے جسم کے انفرادی و اجتماعی اعمال اس بات کی تصدیق کر دیں تو سمجھیں کہ تبدیلی آگئی ورنہ باقی سارے نعرے ہی ہیں حقیقت کچھ نہیں....

اسی طرح اگر ہم بیرونی حالات دیکھیں تو امریکہ نے 2013 میں افغانستان سے انخلا کا اعلان کیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اسے 5.7 بلین ڈالر انخلا کے لیے درکار ہیں یعنی افغانستان ایسا مکمل ثابت ہو چکا ہے جو امریکہ کو نہیں چھوڑ رہا۔ باقی اتحادی تقریباً بھاگ چکے ہیں۔ ان کی ذلت پر آخری مہر ہو گئی اور پھر یہی جہاد و اشتغال تک امریکہ کا پیچھا کرے گا اور روس کی طرح اسے بھی قصہ پارینہ بنائے گا۔ امریکی ایماء پر پلنے والے ہندو کے لیے بھی یہ سال پریشانی کا ہے کہ اگر ساری دنیا افغانستان میں شکست کھا گئی تو وہ اکیلا کیا کرے گا؟ اسے اپنے ظلم کی وجہ سے اب جان کے لالے پڑے ہیں کہ ان کا کیا بنے گا۔ اور علی وجہ البصیرہ یہ بات ان شاء اللہ کہی جاسکتی ہے کہ یہ سال ہندو سے انتقام کا سال ہوگا۔ لیکن ہم سے سوال وہی ہے کہ ان حالات میں کن لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ بقول شاعر مشرق کہ

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا لیا جائے تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

پاک بھارت تعلقات

ہندو بنیاں ہمیں کٹ کر پھینکے جب کہ ہم اسکی جڑیں مضبوط کرنے میں ناکام ہیں

مطابق اپنے محسنوں کو ڈسنے سے گریز نہ کیا اور شکست کے بعد سارا ملہ مسلمانوں پر ڈال کر ان کا جینا دھوکہ کر دیا۔ ان واقعات کا سرسری ذکر اس لیے ناگزیر ہے تاکہ تاریخ کا طالب علم جان سکے کہ ہندوؤں نے احسان فراموشی کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا....!!

1857ء کے بعد مسلمانوں پر تعلیم و ترقی حتیٰ کہ زندگی کے دروازے بند کیے جانے لگے۔ ایسے میں سرسید احمد خان وہ شخصیت تھے جنہوں نے مسلمانوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا عزم کیا (ان کی شخصیت کے بارے میں اہل اسلام کے بہت سے علماء کو کئی ایک فکری اعتراضات ہیں اور وہ بڑی حد تک بجا بھی ہیں لیکن ان سب کے باوجود تاریخ پاکستان میں سے ان کا تذکرہ حذف کرنا زیادتی تصور ہوگا۔) انھوں نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کی طرف راغب کیا کیونکہ انگریزوں نے کمال عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عربی اور فارسی کو سرکاری اداروں سے نکال باہر کیا تھا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ اس فیصلے سے مسلمانوں کے تمام علماء ”جاہل“ قرار پائے کیونکہ وہ انگریزی سے بالکل نااہل تھے جبکہ انگریزی سرکاری زبان تھی۔ ایسے میں 1857ء میں علی گڑھ سکول کا قیام یقیناً ایک قابل تعریف اقدام تھا۔ اس سکول کو دو برس بعد کالج اور بعد میں یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ یہی وہ علی گڑھ یونیورسٹی تھی جس کے متعلق بانی پاکستان نے فرمایا: ”یہ مسلم لیگ کا اسلحہ خانہ بنے گا“

بہر حال ہندوؤں کی عیاری و مکاری عروج پر تھی اور ہندو انگریزوں سے مل کر مسلسل ایسے اقدامات کرنے کے درپے تھے جو مسلمانوں کو مزید پسماندہ کرنے کا باعث بن سکیں۔ ایسا ہی ایک کام ”اردو زبان“ کا مکمل خاتمہ تھا۔ 1867ء میں ہندوؤں نے عدالتوں سے اردو زبان کو ختم کرنے اور ہندی زبان کو رائج کرنے کی تحریک شروع کی۔ اس تحریک کے جواب میں سرسید نے دقوی نظریے کا پرچار کیا اور واشگاف یہ اعلان کیا:

”مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مسلمان اور ہندو اب کوئی کام بھی مل جل کر نہیں کر سکیں گے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت بڑھتی جائے گی اور تعلیم یافتہ ہندو اس نفرت کی آگ کو بھڑکانے میں جلتی پرتیل کا کام دیں گے۔ اس حقیقت کو اب تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔“

مقامی ”داروڑی قوم“ کو جنوب کی طرف دھکیل دیا جبکہ خود گنگا و جمنہ کی وادیوں میں آباد ہو گئے۔ اسی طرح یہاں ”موریہ“ اور ”گپتا“ سلطنتیں پروان چڑھیں مگر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان پر جو قوم بھی حملہ آور ہوئی، جلد یا بدیر ہندو مذہب نے اسے اپنے اندر جذب کر لیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ شاید یہ تھی کہ ہندو مذہب لاتعداد تہذبات اور جھوٹی بچی کہا توں کا مجموعہ ہے، جس میں آنے والے نئے مذاہب کی رسوم و رواج ضم ہو جاتی تھیں۔ پھر اس طرح پر حملہ آور قوموں کے عقائد بھی کچھ اس قدر پختہ نہ تھے کہ وہ اپنا وجود برقرار رکھ سکیں۔

مسلمانوں نے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں بطور تاجر جنوبی ہندوستان میں قدم رکھا اور پھر بطور فاتح شمالی ہندوستان میں داخل ہوئے۔ آٹھویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ حکومت ہندوستان میں قائم ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان پر مختلف راجے، مہاراجے حکومت کیا کرتے تھے جو اپنی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے باہم برسر پیکار رہے۔ ہندو معاشرہ بھی ذات پات کی تقسیم میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ براہمن کے علاوہ کسی کو انسان نہ سمجھا جاتا۔ مگر مسلمانوں نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے ہی ایسا عادلانہ نظام قائم کیا کہ آج تک چھوٹی ذاتوں کے ہندو اس سنہری دور کو یاد کر کے اس کے پلٹ آنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ پنج ہندو ذاتوں کو برابری کے حقوق ملے اور انھیں پہلی دفعہ یہ احساس ہوا کہ وہ بھی جیتے جاگتے انسان ہیں۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک ہزار سال تک چلتا رہا اور پھر مسلمانوں کے دین سے دور ہوتے ہی انگریزوں نے برصغیر پر اپنے پنجے مستحکم کرنا شروع کر دیے۔

”ایسٹ انڈیا کمپنی“ آہستہ آہستہ تاجروں کے جیس سے باہر آئی اور احسان فراموش ہندوؤں جبکہ چند مسلمان غداروں کو ساتھ ملا کر اس نے ہندوستان پر قبضے کی مہم تیز کر دی۔ 1757ء میں پلائی کا میدان اس پہلے معرکے کے لیے استعمال ہوا جس میں نواب سراج الدولہ کو شکست اور انگریز، غداروں اور ضمیر فروشوں کو ساتھ ملا کر کامیاب ہوئے۔ اسی طرح شیر میسور سلطان ٹیپو بھی غداروں کی بدولت 4 مئی 1799ء میں سرنگ پٹم کے دروازے پر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس کے بعد 1857ء کی جنگ آزادی بھی قابل ذکر واقعہ ہے جس کے دوران مسلمان اور ہندو اکٹھے ہی انگریزوں کے خلاف کھڑے ہوئے مگر ہندو نے اپنی فطرت کے

پاک بھارت تعلقات کو سمجھنے اور ان کے منطقی انجام کے متعلق کوئی بھی اندازہ لگانے سے قبل یہ بات ناگزیر ہے کہ قیام پاکستان اور اس کے مقاصد کا عمیق مشاہدہ کیا جائے۔ تاریخ کے ایک طالب علم کے لیے یہ بات واقعی حیرت انگیز ہے کہ دو عظیم جنگیں لڑنے کے بعد بھی اگر یورپی و مغربی اقوام باہم مل جل کر رہ سکتی ہیں تو پاکستان و بھارت کی عوام میں (باوجود سیاسی کاوشوں کے) اس قدر دوریاں آخر کیوں ہیں؟ اس سوال کے جواب میں ہی دراصل وہ حقیقت پوشیدہ ہے جس سے نظریں چرا کر ہمارے ناعاقبت اندیش حکمران کبھی ہندو پنپے سے دوستی کی ٹینکیں بڑھاتے ہیں اور کبھی تجارت کے ذریعے ملکی معیشت کا دیوالیہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آئیے! اس اہم سوال کے جواب میں اس تلخ حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ آخر اہل پاکستان اور گونا گونا گے پجاریوں میں اس قدر دوری کیوں ہے...؟ اور کیا یہ دوری ہونی بھی چاہیے یا نہیں؟

یاد رہے کہ ہندوستان ہمیشہ سے ہی بیرونی حملہ آوروں کے نشانے پر رہا ہے۔ کبھی وسط ایشیا کے آریاؤں نے اس پر قبضہ کیا اور



حقوقی نظریے قائم رہنے ہیں ملی نمائندگی و قوم کی بقا ہے

عبدالرحمن

قوت اس پر قبضہ کر لیا۔ گو کہ مسلمان رضا کاروں اور حیدرآباد کی فوج میں اتنا دم غم تھا کہ وہ ہندوؤں کو ناکوں چنے چبوائے مگر ہمیشہ کی طرح یہاں بھی اہل اقتدار کی مصلحتیں (یعنی غداریاں) کام آئیں اور حیدرآباد جیسی انتہائی اہم ریاست ہندوستان کی جھول میں جا گری۔

پاکستان کے لیے حیدرآباد دکن سے بھی زیادہ اہم ریاست ”جموں و کشمیر“ کی تھی۔ کشمیر مسلم اکثریت علاقہ تھا اور یہاں کی عوام دل و جان سے نہ صرف پاکستان کے ساتھ تھے بلکہ نصف صدی سے زائد قریبوں کی داستان رقم کرتے ہوئے آج بھی پاکستان کے ساتھ ہے۔ کشمیر کے ہندو مہاراجہ نے عوام کے جذبات کا خیر مقدم کرنے کی بجائے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے اور انھیں پاکستان سے الحاق کے مطالبے سے دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اسے ناکام ہونا پڑا۔ دوسری طرف قبائلی مجاہدین کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لیے کشمیر کی طرف بڑے اور مظفر آباد تک پہنچ گئے جبکہ 27 اکتوبر 1947 کو بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دیں اور اپنی روایات برقرار رکھتے ہوئے معصوم عوام کا قتل عام شروع کر دیا۔

(باقی صفحہ 43 پر)

ایسے پیسا کہ ان کا یہ باطل نظریہ بہت جلد پاش پاش ہو گیا۔

ہندوؤں کا یہ ظلم و ستم اور مکاری صرف قیام پاکستان تک ہی نہ تھی بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ آج تک ہندو اپنے ”اکھنڈ بھارت“ کے نظریے پر قائم وطن عزیز کو مسلسل کمزور کرنے کے درپے ہیں۔ مگر افسوس! ہمارے حکمران اور چند نام نہاد مسلمان دانشور انہی کو اپنا سب سے بڑا خیر خواہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ عوام الناس کا بھی ایک محدود طبقہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ ہمیں اپنی دشمنی بھلا کر باہم شیر و شکر ہو جانا چاہیے۔ یہ اسی نظریے کا ہی کمال ہے کہ ہندو لازم کا ہر پجاری ہماری جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگن ہے جبکہ ہم دل و جان سے اسے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ معاملہ صرف آج تک محدود نہیں بلکہ قیام پاکستان کے کچھ سال بعد سے اب تک ہمارے طبقہ اشرافیہ نے ایسے ہی کرنا سے سرانجام دیئے ہیں۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد ہندوؤں کی جانب سے جو سب سے بڑی زیادتی تھی وہ مسلمانوں کے بہت سے علاقوں کو ہندوستان میں شامل کرنے کی سازش تھی جو ریڈ کلف جیسے متعصب انگریز کی بدولت کامیاب ہوئی۔ دوسری طرف لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلے سے مسلمانوں کے خلاف تھا اور پاکستانی قیادت سے سخت تالاں تھا۔ اس لیے ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے لیے اس نے بنگال میں سے کلکتہ جبکہ پنجاب میں سے گورداسپور اور بٹالہ اور اسی طرح حیدرآباد دکن، منادور، جونا گڑھ سمیت کئی اہم خطے ہندوستان میں شامل رکھنے کا اعلان کیا۔ پھر صرف سرحدوں کے تعین تک ہی نہیں بلکہ عائشہ جات کی تقسیم میں بھی ہندوؤں نے ایسے داؤ پیچ لڑائے کہ پاکستان کے ہاتھ جو بھی آیا وہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ فوج کی تقسیم میں بھی کیفیت کچھ اس سے بہتر نہ تھی۔ مسلمانوں کی کوئی مکمل بنالین موجود نہ تھی اور غیر تربیت یافتہ نیم تربیت یافتہ اور تربیت یافتہ (یعنی ہر طرح کے) لوگ فوج میں شامل تھے۔ اسی فوج سے ہم نے ملکی سرحدات کی حفاظت بھی کرنی تھی اور باقی معاملات بھی چلانے تھے۔ الغرض ہندوؤں نے ہمیں اس حال میں چھوڑا تھا کہ بس پاکستان اب گرا کہ تب گرا!!

قیام پاکستان کے تقریباً ایک سال بعد ہی ہندوستان نے اپنی وحشت و درندگی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک مسلم ریاست پر 22 فضائی حملے کیے۔ ہوا یوں کہ حیدرآباد نے کھلم کھلا پاکستان سے الحاق کرنے کی بات کی مگر چال بازیوں کے ذریعے اس مطالبے کو دبا دیا گیا اور ایک سال تک حیدرآبادیوں کو گوگم کی کیفیت میں رکھ کر بھارت نے بزور

دوسری طرف انگریزوں نے ہندوؤں کی ”خدمات“ کے پیش نظر انھیں خود ایک سیاسی پلیٹ فام عطا کیا۔ 1885 میں ایک انگریز مسٹر بیوم نے کانگریس کی بنیاد رکھی اور پھر اسے ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ کئی ایک مسلمانوں کا خیال تھا کہ کانگریس ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ مفادات کی رکھوالی کرنے والی ہے۔ ان مسلمانوں میں محمد علی جناح بھی موجود تھے مگر جلد ہی ہندوؤں کے عزائم ان پر آشکار ہو گئے اور انھوں نے اس ”ہندو جماعت“ کو خیر باد کہہ دیا۔ بہر حال کانگریس نے ہر محاذ پر صرف اور صرف ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کیا اور یہ کوشش کی کہ وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں۔ کانگریس کے عزائم واضح ہونے پر مسلمانوں نے 1906 میں ایک الگ جماعت ”مسلم لیگ“ کے نام سے قائم کی۔ چند سالوں کے بعد محمد علی جناح کانگریس کے عزائم سے آگاہ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جس سے مسلمانوں کی اس جماعت کو ایک عمدہ قیادت میسر آ گئی۔

محمد علی جناح، سر سید احمد خان اور دیگر اکابرین شروع سے ہی اس بات کا قائل تھے کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں اور ان کا اتحاد، دوستی اور تعاون ایک غیر فطری چیز ہے۔ اسی سوچ کا وسیع پیمانے پر تعارف کروانے میں علامہ اقبال کا خطبہ ”الہ آباد بہت عمدہ معاون ثابت ہوا۔ 1930ء میں منعقدہ جلسے میں انھوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا تصور پیش کیا جو مسلمانوں کی مذہبی، فکری، تہذیبی اور معاشرتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ناگزیر تھا۔ علامہ اقبال کی اس سوچ نے آگے نکل کر ”قرار داد لاہور“ کا لبادہ اوڑھا اور 1940 میں ایک تاریخی قرار داد پیش کی گئی جسے قرار داد پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔

1940 کو قرار داد لاہور کا پیش کیا جاتا تھا کہ ہندوؤں نے کھل کر مسلمانوں کی مخالفت شروع کر دی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ”گو ماتا“ کے ٹکڑے نہیں ہونے دیں گے۔ انھوں نے مکاری سے سکھوں کو بھی ساتھ ملایا اور سکھوں کے لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے اپنی کرپان نیام سے باہر نکال کر دھمکی دی کہ ”پاکستان نہیں بننے دیں گے۔“ ان کے یہ عزائم پورے تو نہ ہو سکے مگر انہوں نے قیام پاکستان کے وقت لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر کے نفرت کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ ہجرت کے ان واقعات کا تذکرہ اس قدر غناک ہے کہ انھیں بیان کرنا خود کسی اذیت سے کم نہیں۔ بہر حال ہندوؤں نے تب ”ہندو مسلم اتحاد“ کے خواہاں مسلمانوں کو بھی ظلم و ستم کی پچی میں



اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ كَيْفَ تَتَصَوَّرُونَ
 دیکھتے کہ کیسے ہوا عاقبتہً الدّٰین انجاء لوگوں کا مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے۔ دَمَرُ اللّٰہ عَلَیْہِمْ
 ہلاکت ڈال دی اللہ نے ان پر وَلَکُمُ الْاٰثَارُ لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُونَ اور لوگوں کے لئے بھی مثالیں ہیں۔ فرمایا! اے

”وَقَبِّلْتُ أَقْدَامَكُمْ“ اللہ فرماتے ہیں جب تم میری مدد (یعنی جہاد) کرو گے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ کہیں تمہیں اکیلا چھوڑ دوں گا؟ کافروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں گا؟ نہیں! جب تم میرے دین کی مدد کے لئے میدانوں میں آؤ گے تو میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہارے قدموں کو ڈمگائے نہیں دوں گا۔ یقیناً جب اللہ مدد کرے گا تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا۔ جہاد میں اللہ کی مدد کے بہت سارے طریقے ہیں۔

نبی ﷺ! یہ آپ کے مقابلے میں جہاد کے لیے آنے والے تلواریں لے کر ہتھیار لے کر مقابلے پہ آنے والے، تمہیں شکست دینے کے ارادے سے گھروں سے نکلنے والے اسلام کو نیچا دکھانے والے ذرا ان کو چاہیے کہ یہ قوم لوط کی بستی کو دیکھیں، وہ بھی ان کے قریب ہے، قوم ثمود کی بستیوں کو دیکھ لیں، وہ بھی ان کے قریب ہے۔ ذرا دیکھیں تو صحیح اَقْلَمَ يَمْسِرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ” تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کر دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔“ مدینہ سے اگر کوئی تبوک کا سفر کرنے لگے تو راستے میں میدان صالح آتا ہے۔ صالح علیہ السلام کی وہ بستانیں جن پر عذاب نازل ہوا تھا۔ زلزلے آئے تھے اللہ نے پہاڑوں کو پہاڑوں سے ٹکرا کر بستیوں کو تباہ کیا تھا۔ آج بھی اگر آپ جائیں اس علاقے میں وہ پہاڑ وہ سارے سلسلے ممکن ہے آپ میں سے بھی بہت سارے بھائیوں نے وہ دیکھا ہو۔ واللہ! ایسے نظر آتا ہے کہ ابھی اللہ کا عذاب رکا ہے۔ اتنی ہیبت، اتنی دہشت ان پہاڑوں پر! اور سبزے کا نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ حالت اور کیفیت ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی، وہ مقامات مدینے کے قریب ہی ہیں۔ تو فرمایا: ان لوگوں سے کہو ذرا باہر نکلو تو وہی بستیوں کو تو دیکھو وہاں جا کر دیکھو جہاں اللہ تعالیٰ کے عذاب آئے ہیں، کیوں نہیں جا کر دیکھتے، اللہ تعالیٰ نے کیسے ہلاک کیا، کیسے تباہ و برباد کیا تو مومنوں کو بستیوں کو وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَلُهَا“ اے نبی ﷺ جو آپ کے مقابلے میں آج جنگ لڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مثل ان کو بھی کر دے گا۔ آج کے کافر جو آپ کے مد مقابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حال بھی وہی کرے گا جو پہلوں کی حالت اللہ تعالیٰ کر چکا ہے۔ ان کو کیسے طریقے سے اللہ تعالیٰ نے تباہ کیا ہے اور جو آج مقابلے میں کھڑے ہیں ان کو بھی تمہارے ہاتھوں سے جہاد کے ذریعے تباہ کروائے گا۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ۔ کیوں کرے گا ایسا؟ اس وجہ سے کہ اللہ مومنوں کا دوست ہے جبکہ کافروں کا دشمن ہے۔ اس لئے کافروں کے ساتھ اپنے دشمنوں جیسا سلوک کرتا رہے گا۔ ”سبحان اللہ“ جہاد کر گئے تباہ اللہ تعالیٰ ان کو کرے گا۔ چھوڑے گا نہیں اللہ تعالیٰ ان کو تم اللہ کے دوست ہو ایمان کی وجہ سے اسلام کی وجہ سے قربانیوں کی وجہ سے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے، تمہیں دین سے محبت ہے اللہ سے محبت ہے رسول ﷺ سے محبت ہے کتاب سے محبت ہے اللہ تمہارا دوست ہے جب تم اللہ کے دوست ہو تو اللہ بھی تمہارا دوست ہے اور کافروں کا دشمن! تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ۔

یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ان جناتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے اور کھاتے ہیں، جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کے لیے رہنے کی جگہ ہے۔

جہاد اور قتال کرنے والے اور اللہ کے دین سے روکنے والے.... یہ جو دو طبقے ہیں جن کے مقابلے چلتے ہیں یعنی کافر اور مسلمان اللہ تعالیٰ اب ان کا انجام بیان کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی خصلتیں بھی واضح کر رہا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بے شک اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے انہیں جناتوں میں داخل کرے گا باغات میں داخل کرے گا۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جن باغوں کے نیچے سے نہریں چل رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ بہت خوبصورت نقشہ جنت کا بیان کرتا ہے اور پھر ترغیب دیتا ہے کہ جو لوگ میرے لئے قربانیاں دے رہے ہیں دین کے لئے محنتیں کر رہے ہیں میں نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔ وہ خوبصورت مقامات، وہ باغات شاندار محلات اور ان کے نیچے چلنے والی نہریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

میں نے ان کے لئے یہ سب کچھ تیار کر رکھا ہوا ہے اور بہت ہی شاندار انجام ہوگا ان لوگوں کا جو اللہ کے دین کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔ يَتَمَتَّعُونَ وہ فائدہ اٹھاتے ہیں وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ اور وہ دنیا میں کھاتے ہیں اس طرح جیسے جانور کھاتے ہیں۔ اللہ نے کافروں کی سوچ کے متعلق فرمایا ان کی بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت دنیا کے مفادات کے چکر میں رہتے ہیں۔ مجھے کہاں سے دنیا زیادہ ملے گی، کہاں سے فائدہ زیادہ ملے گا؟ حلال حرام کا اس کو کوئی خیال نہیں، کسی پر ظلم ہو رہا ہے، کسی کا حق مارا جائے، کیا ہو رہا ہے، کیا نہیں ہو رہا؟ کافروں کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں اس کو تو صرف دنیا کا فائدہ ملنا چاہیے۔ اس کی دنیا میں مزے ہیں دنیا میں اس کے خوبصورت محلات ہوں اور بہت شاندار عیش و آرام کی زندگی اور مومن یہ سارے مزے دیکر کراپنے لئے سارے مزے آخرت میں تلاش کرتا ہے۔ دونوں میں فرق ہے، کافر دنیا میں ہی سب کچھ چاہتا ہے اس کو کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ ملے گا۔ ہر چیز میں وہ یہ سوچتا ہے کہ مجھے مفاد کیا ملے گا۔ حتیٰ کہ جو منافق قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ بھی کبھی کبھی جہاد میں آ جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی جیسے جنگوں میں بھی ساتھ چلے جاتے تھے لیکن اس سے مقصود دین کا غلبہ نہیں ہوتا تھا بلکہ مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہمیں اس سے دنیا میں کیا ملے گا۔ غنیمت کتنی ملے گی، عزت ملے گی، فلاں ملے گا، فلاں ملے گا۔ یہ ان کی سوچوں کا انداز ہے۔ تو کافر کی نظر ہمیشہ دنیا پر ہوتی ہے اور مومن کی نظر ہمیشہ آخرت پر ہوتی ہے۔ یہ دونوں سوچوں کا فرق ہے۔

بھائیو! صحیح معنوں میں جہاد کرنے والے ہوتے ہی وہ ہیں جو صرف آخرت پر نظر رکھتے ہوں۔ جو دنیا کے حالات سے متاثر نہ ہوتے ہوں۔ دنیا کے مفادات سے اس قدر وابستہ نہ ہوتے ہوں کہ ان کو آخرت بھول جائے۔ ایسا مومن مجاہد کبھی نہیں کرتا اس لئے جتنی بھی مشکلات ہوں جیسے بھی مشکل حالات ہوں وہ کہتا ہے ٹھیک ہے، کچھ ملتا ہے ملے، نہیں ملتا تو نہ ملے۔ ملک ملتا ہے کہ نہیں ملے، حکومت ملتی کہ نہیں ملتی۔ آزادی ملے گی کہ نہیں ملے گی۔ کیا کشمیر آزاد ہو جائے گا۔ امریکہ افغانستان سے نکل جائے گا۔ عراق چھوڑ جائے گا؟ مسلمانوں کو یہ خطے واپس مل جائیں گے؟ کیا مسلمانوں کو آزادی مل جائیں گی؟ کیا ہمیں حکومتیں مل جائیں گی وسائل مل جائیں گے؟ اس کی نظر اس بات پر نہیں ہوتی۔ اگر آزادی چاہتا ہے تو اللہ کے دین کے غلبے کے لئے چاہتا ہے۔ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتا۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر مجھے دنیا کے لئے کچھ بھی نہیں ملتا تو آخرت میں مجھے سب کچھ مل جائے گا۔ اللہ کی جنت ملے گی، اللہ کا دیدار ملے گا، اللہ تعالیٰ کی قربت ملے گی۔ وہی میرا اصل مقصود ہے۔ دنیا میں ملتا ہے ٹھیک ہے، نہیں ملتا پھر بھی کوئی بات نہیں۔ مجھے سب کچھ آخرت میں ملنا چاہیے۔

بھائیو! آج دنیا میں جتنا جہاد ہو رہا ہے وہ گارنٹیاں لے کر نہیں ہو رہا کہ بھائی تمہیں یہ ملے گا، تمہیں یہ ملے گا۔ مجاہد اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو کبھی ایسی سوچ کا نظر نہیں آئے گا۔ آپ نے مجاہدین کے وصیت نامے پڑھے ہیں۔ آپ نے ان کے غائبانہ جنازے پڑھے، ان کے وصیت نامے سنے، کسی مجاہد نے کبھی دنیا کے بارے میں لکھا ہے؟ ہمیشہ یہی لکھتا ہے کہ اباجی نماز پڑھیں، والد صاحب شرک چھوڑ دیں، ہمارے گھر کے اندر یہ بدعتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ یہ قیل و قال سنا، چالیسواں یہ سب کچھ ختم کر کے اللہ کے دین پر عمل کرو۔ بہن سے کہتا ہے پردہ کیا کر، بھائی سے کہتا ہے داڑھی رکھ، میرا خیال ہے کہ اکثر وصیت ناموں میں یہی پڑھنے کو ملے گا۔ پھر اپنے لیے اعلیٰ موت یعنی شہادت کی فکر، شہادت کی قبولیت کی فکر، اللہ کی جنت میں جانے کی فکر، اپنے والدین کے بارے میں یہی چاہتا ہے۔ اپنے بہن بھائیوں کے بارے میں بھی یہی چاہتا ہے۔ بار بار وصیتوں میں یہ لکھتا ہے۔ سبحان اللہ! اپنے رشتہ داروں سے، اپنے چچا زاد اپنے ماموں زاد فلاں فلاں دور نزدیک کے رشتہ داروں سے، اپنے بھائیوں اور دوست و احباب، جماعتی ساتھی سب کو نصیحتیں، وصیتیں، ایک تقویٰ کی بات، اللہ کو یاد کرو، دین پر آ جاؤ، اپنی آخرت بہتر کرو، جنت بہتر کرو، جنت میں اپنا داخلہ پکا کر لو، ہر وصیت نامے میں اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو یہ چیز نظر آئے گی۔ (جاری ہے)

عہد..... عہدِ نبوی ﷺ کے

کفار سے معاہدات کا اسلوب سکھلاتے..... اسوۂ حسنہ کے منفرد پہلو کا جائزہ

یعنی اس معاہدے کی صورت میں نبی کریم ﷺ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے حاکم بن گئے تھے۔

اس معاہدے کے ذریعے مسلمانوں کو حاصل ہونے والے بہت سے فوائد میں سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں نے اس معاہدے کی صورت میں اپنے سب سے بڑے دشمن قریش مکہ سے بھی حفاظت کا بندوبست کر لیا تھا۔ اس بات کی وضاحت معاہدے کی اس شق سے ہوتی ہے۔

● قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

الغرض یہ معاہدہ ہر صورت میں مسلمانوں کے مفادات کو جلا بخشنا نظر آتا ہے۔ یہ اس معاہدے کا ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ایک ریاست کے طور پر ابھرے اور ایک ایک کر کے تمام دشمنوں پر حاوی ہو گئے۔

دوسرا معاہدہ جو نبی ﷺ نے کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ کیا وہ صلح حدیبیہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس سے قبل بھی بہت سے قبائل کے ساتھ گفت و شنید چلتی رہی اور معاملات طے

پاتے رہے لیکن کوئی بڑا معاہدہ نہ ہو پایا۔ معاہدہ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ کا پس منظر یہ تھا کہ نبی ﷺ اپنے رفقاء کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں مختلف قبائل نے لڑائی کی کوشش کی لیکن

آپ ﷺ انہیں نظر انداز کر کے گزر گئے۔ ادھر قریش مکہ نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ داخل نہ ہونے دیا جائے اور شرارتوں پر آمادہ ہو گئے۔ اس صورت حال میں نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ والوں کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ قریش

مدینہ میں اوس و خزرج کے قبائل کے علاوہ ایک طاقتور قوم بھی موجود تھی جو کہ اہل یہود کے نام سے جانی جاتی تھی۔ یہود اپنے علمی و مادی رسائل کے اعتبار سے اوس و خزرج کے قبائل سے کہیں آگے تھے۔ نبی ﷺ کو مدینہ میں ان یہودیوں سے دیگر غیر مسلموں کی نسبت زیادہ خطرات لاحق تھے۔ ان حالات میں نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں اور مدینہ کی دیگر غیر مسلم اقوام کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کا ہرگز مطلب یہ نہ تھا کہ یہود کو طاقتور تسلیم کرتے ہوئے ان سے امان طلب کی گئی یا محض ان کے مفادات کو تقویت پہنچائی گئی بلکہ اگر معاہدے کی

حفظہ عماد

دفعات پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اس معاہدے کے ذریعے مسلمانوں نے مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں ایک حکومت قائم کر لی تھی۔ مسلمان مدینہ میں نئے ہونے کے باوجود اہل یہود کے ماتحت نہ تھے بلکہ بعض معاملات میں یہود اور دیگر قبائل مسلمانوں اور نبی ﷺ کے ماتحت تھے۔

اسلام غیر مسلموں سے معاہدات کرنے سے روکتا نہیں ہے لیکن اس کا طریقہ کار وضع کرتا ہے اور نبی ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ہمیں اس کا باقاعدہ طریقہ سمجھایا ہے

جیسا کہ اس معاہدے کی دفعہ کہ:

● اس معاہدہ کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عز و جل اور محمد رسول اللہ ﷺ کریں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

معاہدہ لفظ ”عہد“ سے ہے۔ معنوی طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا قول یا پیمان جو کوئی سے دو یا اس سے زائد فریقین کے درمیان طے پا جائے اور فریقین اس پر عمل کرنے کے پابند ہوں۔

دورِ جدید میں حلیف یا حریف قوموں کے معاہدات کو بہت زیادہ اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ بجا طور پر یہ معاہدات بہت اہمیت کے حامل ہیں لیکن ان معاہدات میں اپنے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے نہ کہ ان معاہدات کے ذریعے دوسرے فریق کو فائدہ پہنچایا جائے اور اپنا نقصان کیا جائے۔

ماضی قریب و حالیہ ایام میں مسلمانوں کے دیگر اقوام کے ساتھ کئے جانے والے معاہدات یہی صورت پیش کرتے نظر آتے ہیں کہ گویا یہ معاہدات صرف انہی غیر مسلم اقوام یا ممالک کے مفادات کو پیش نظر رکھ کر کئے گئے ہیں۔ جبکہ مسلم اقوام یا ممالک ان معاہدات میں بجائے فریق کے محکوم اقوام کا سا رویہ پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

اسلام ہرگز غیر مسلم اقوام سے معاہدات کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن ان معاہدات کا اسلوب کیا ہونا چاہیے اس کے لئے ہمیں اسوۂ حسنہ سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ یہ ہمیں صرف دینی

معاملات و عبادات کے لئے ہی رہنمائی فراہم نہیں کرتی بلکہ ہر قسم کے دنیاوی معاملات میں بھی ہمیں مکمل رہنمائی اسوۂ رسول ﷺ سے ہی ملتی ہے۔

ہجرت کے بعد نبی ﷺ جب مدینہ پہنچے تو اس وقت



مکہ سے معاملات طے

کر سکیں کہ ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مکہ گئے تو مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر مسلمانوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لیں گے۔

ادھر جب قریش نے حالات کی نزاکت کو محسوس کیا تو سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر مقرر کر کے بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں سے صلح کے معاملات طے کرے۔

سہیل بن عمرو نے جو معاہدہ کیا اس کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ رسول اکرم ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے۔ اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے ساتھ صرف سوار کا ہتھیار ہوگا۔ تلواریں میان میں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا۔

۲۔ دس سال تک فریقین جنگ بندی رکھیں گے۔ اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے۔ کوئی کسی پر ہتھیار نہیں اٹھائے گا۔

۳۔ جو محمد ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے گا وہ

داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و

پیمان میں داخل ہونا چاہے گا ہو سکے

گا۔ جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہوگا

اس فریق کا ایک جزو سمجھا جائے گا لہذا

ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو وہ اس فریق پر زیادتی تصور ہوگی۔

۴۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا تو محمد ﷺ اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے قریش کے پاس جائے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ معاہدہ لکھا اور اس معاہدے کے لکھنے پر بھی سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے جو اعتراضات تھے وہ نبی ﷺ نے صحابہ کی ناپسندیدگی کے باوجود خود دور کر دیئے۔

اس معاہدہ کو اس وقت کے مسلمانوں نے اپنے لئے شکست محسوس کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس معاہدہ کو فتح مبین قرار دیا۔

بظاہر یہ

معاہدہ قریش کی جیت کی ہی

صورتحال پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب

معاہدہ لکھا گیا تو بجز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شدید غمگین تھے اور اپنے غم کا اظہار کر رہے تھے۔ حدیبیہ کے معاہدے میں جو فتوحات پوشیدہ تھیں وہ فنی طور پر مسلمانوں کے لئے باعث استعجاب رہیں لیکن وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ واقعی مسلمانوں کی ایک عظیم فتح تھی۔

معاہدے کی پہلی دفعہ جو بظاہر قریش کے حق میں نظر آتی ہے درحقیقت یہ بھی مسلمانوں کے مفاد میں تھی۔ قریش کے لئے یہ محض وقتی فائدہ تھا کہ مسلمان مکہ میں ایک سال تک داخل نہ ہو سکیں گے جبکہ مسلمانوں کے لئے یہ ایک کامیابی تھی کہ ایک سال بعد انہیں حرم میں اور مکہ میں داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔

معاہدے کی دوسری دفعہ بھی مسلمانوں کے لئے درحقیقت ایک تسلی بخش خبر تھی۔ اگرچہ گزشتہ جنگوں میں مسلمانوں نے اہل قریش

نبی ﷺ کے ان معاہدات میں ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اگر کبھی کسی فریق نے معاہدہ توڑا یا توڑنے کی کوشش کی تو اسے سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑا

اب فنی طور پر مسلمانوں کو ایک قوت تسلیم کر چکے ہیں اور اب انہیں صرف اپنی بقا و فکر ہے۔ باقی پورا عرب کس کے ساتھ ملتا ہے اس بات کی انہیں چنداں فکر نہ تھی۔ لہذا مسلمانوں کی یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔

اس معاہدے کی چوتھی دفعہ جس نے مسلمانوں کو بہت زیادہ غمگین کر دیا تھا وہ بھی درحقیقت مسلمانوں کے مفاد میں تھی کیونکہ اس میں مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کم بہت کم رعایت تھی کیونکہ یہ بات واضح تھی کہ جو شخص مسلمان ہے وہ تو مسلمان ہی رہے گا اور نبی ﷺ کے لشکر کو چھوڑ کر نہ جائے گا۔ اگر بالفرض محال کوئی شخص چھوڑ کر بھی جائے گا تو صرف اس صورتحال میں کہ وہ

مرتبہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے لئے زیادہ بہتر ہے کہ جو شخص مرتد ہوگا وہ ان سے الگ ہی رہے کیونکہ مسلمانوں کو ایسے افراد کی قطعاً

ضرورت نہ تھی۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ ۝

”جو ہمیں چھوڑ کر ان مشرکین کی طرف بھاگا اسے اللہ نے دور کر دیا“ (صحیح مسلم، باب صلح الحدیبیہ)

دوسری صورت کہ قریش کا اگر کوئی شخص مدینہ آجائے گا تو اسے واپس کرنا ہوگا تو اس صورت میں ان مسلمان ہونے والوں کے لئے لازمی تھا کہ وہ مدینہ میں ہی آئیں۔ اللہ کی زمین بہت وسیع تھی۔ ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد قریش نے تنگ آ کر نبی ﷺ کو اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ ﷺ ان صحابہ رضی اللہ عنہم

کو واضح شکست دی تھی لیکن اس کے باوجود ان جنگوں کی وجہ سے نبی ﷺ دیگر عرب قوموں کو دین اسلام کی دعوت دینے پر اپنی پوری توجہ صرف نہ کر پائے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب قریش کی جانب سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا تو آپ ﷺ نے اطمینان سے بادشاہوں کو بھی خطوط لکھے اور دیگر عرب قبائل کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی فوج کی تعداد جو کبھی تین ہزار سے تجاوز نہ کر پائی تھی وہ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تک جا پہنچی۔

معاہدے کی تیسری دفعہ قریش کے لئے ایک بڑی شکست کا مظہر تھی۔ اس سے قبل قریش مکہ صرف اپنے آپ کو عرب کا سردار اور طاقتور قوم سمجھتے تھے لیکن اس دفعہ نے یہ ثابت کیا کہ قریش

کو واپس بلوالیں۔ یوں صلح حدیبیہ مکمل طور پر مسلمانوں کے حق میں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ فتح مبین ہے برحق ثابت ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کے بعد بہت سے معاہدات ہوئے۔ ان معاہدات کی نوعیت جنگ بندی کے عہد و پیمان کی سی تھی اور ان معاہدات میں مسلمانوں نے بطور برتر قوم حصہ لیا۔ یہ معاہدات زیادہ تر امان ناموں پر مشتمل تھے۔ جو عرب کے مختلف قبائل کے ساتھ کئے گئے۔

کفار مکہ کے ساتھ حدیبیہ کے معاہدہ کے بعد نبی ﷺ نے جو ایک بڑا معاہدہ کیا وہ اہل نجران اور مسلمانوں کے مابین تھا۔ اس معاہدے سے قبل نجران کا وفد نبی ﷺ کے پاس تشریف لایا اور اہم معاملات پر گفتگو فرمائی۔

عیسائیوں کا یہ وفد اس وقت واپس چلا گیا اور مسلمان نہ

ہوا۔ اگرچہ یہ عیسائی مسلمان نہ ہوئے لیکن اس کے باوجود یہ مسلمانوں کے ساتھ

اچھے انداز میں رہے۔ اہل یہود کی طرح انہوں نے کوئی سازشیں اور شرارتیں نہ کیں۔

جب ایران کی حکومت کسریٰ پرویز بن اردشیر کے ہاتھ میں منتقل ہوئی تو اس وقت عرب کے مسلمانوں کی جنگی قوت مضبوط ہو چکی تھی۔

اس دور میں نجران کے عیسائیوں نے اپنے بڑے پادری السید الفسانی کے ذریعے محمد ﷺ کی خدمت میں تحائف کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا اور اپنی وفاداری کے ثبوت میں کہلوا بھیجا کہ ہم آپ کی نصرت کے لئے آپ کی طرف سے جنگ کرنے کو بھی تیار ہیں۔

حضرت محمد ﷺ نے یہ تحائف قبول فرمائے اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ تحریر فرمایا جس کے ذریعے اہل نجران کو جان کی امان دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں اس عہد کی تجدید فرمائی۔

مندرجہ بالا تمام معاہدات میں ماسوائے اہل نجران کے ساتھ معاہدہ کے مسلمان ایک کمزور قوم کے طور پر جانے جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ نے جب معاہدات کئے تو اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا کہ ان معاہدات کی وجہ سے مسلمانوں اور اسلام کے مفادات پر کوئی زد نہ پڑے۔

نبی ﷺ کے ان معاہدات میں ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ اگر کبھی کسی فریق نے معاہدہ توڑا یا توڑنے کی کوشش کی تو اسے

نگین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔

اس کی پہلی مثال اہل یہود ہیں۔ یوں تو اہل یہود کی شرارتیں بڑے عرصے سے جاری تھیں لیکن غزوہ خندق کے بعد ان کی شرارتیں عروج پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے اس نازک ترین صورتحال میں معاہدہ شکنی کی۔ سب سے پہلے بنو قریظہ کی طرف سے عہد شکنی کی گئی۔

نبی ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا اور ان کے تمام مرد گرفتار کر لئے لیکن یہاں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے نبی ﷺ کو مجبور کیا کہ ان کو معاف کر دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان کو معاف کر دیا لیکن ان کو دس نکال دیا۔ اس کے بعد یہ شام کی طرف چلے گئے۔

اہل یہود اس سزا کے بعد کچھ عرصہ تک تو آرام سے بیٹھے رہے اور ان کے حوصلے مجتمع نہ ہو سکے۔ لیکن غزوہ احد کے وقت

جائے گا۔

اس دفعہ کے تحت بنو خزاعہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شامل ہو گئے جبکہ بنو کبر قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہو گئے۔ بنو کبر نے بدعہدی کی اور شعبان ۸ ہجری میں بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ رات کی تاریکی میں ہوا اور بنو خزاعہ کے بہت سے افراد کی ہلاکت پر منج ہوا۔ اس حملے میں قریش نے بھی بنو کبر کی مدد کی۔ یوں قریش کی جانب سے بھی بدعہدی کی گئی۔ قریش کی یہی بدعہدی فتح مکہ پر منج ہوئی۔ الغرض نبی ﷺ کے نزدیک یہ معاہدہ اس قدر اہم تھا کہ ایک غیر مسلم حلیف قبیلہ کی خاطر اتنی بڑی جنگ چھیڑ دی۔ بنو خزاعہ کی مدد کے لئے نبی ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کی۔ اس فوج کشی کے نتیجے میں ہی کفار مکہ سرنگوں ہوئے اور مکہ کی زمین نبی ﷺ کے حوالے کر دی گئی۔

حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے دیگر پہلوؤں پر تو بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے لیکن

حدیبیہ کے معاہدے میں جو فتوحات پوشیدہ تھیں وہ وقتی طور پر مسلمانوں کے لئے باعث استعجاب رہیں لیکن وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ واقعی مسلمانوں کی ایک عظیم فتح تھی

سیرت رسول ﷺ کا معاہدات کا پہلو جو آج کے دور میں نہایت اہم ہے اس کا ذکر شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ آج کے دور میں معاہدات کرنے والے عموماً فریقین کی بجائے حاکم و محکوم کا سا منظر پیش کرتے ہیں۔ اگر بات کی جائے مسلم ممالک اور بالخصوص پاکستان کی تو صورتحال زیادہ سنگین نظر آتی ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستان بھارت کے ساتھ معاہدات کرنے کے چکر میں ہے اور اسے پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان حالات میں اگر نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ نبی ﷺ نے بھی معاہدات کئے ہیں لیکن اس صورت میں کہ مفادات پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ لیکن آج پاکستان اپنے مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بھارت کے ساتھ معاہدات میں مصروف ہے۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ ان حالات میں سیرت نبی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم و غیر مسلم ممالک سے تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔ اسلام غیر مسلموں سے معاہدات کرنے سے روکتا نہیں ہے لیکن اس کا طریقہ کار وضع کرتا ہے اور نبی ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ہمیں اس کا باقاعدہ طریقہ سمجھایا ہے۔ اللہ ہمارے حکمرانوں کو سیرت نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے معاہدات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

گناہ..... امتحانات کی تیاری میں رکاوٹ



تقویٰ اور رب سے دعائیں کامیابیوں کی کنجیاں ہیں

پڑھائی کو وقت دینا ہے..... رات عشاء کے بعد ہر روز 2 گھنٹے ضرور پڑھنا ہے..... اگلے سال سے ہر روز ایک صفحہ ضرور تیار کرنا ہے تاکہ امتحانات کے قریب مشکل نہ ہو..... وغیرہ وغیرہ.....

مگر کب؟ کیا ان امتحانات کے بعد یا...

اگر طلباء کی ناکامی کی وجوہات پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی جائے تو اس طرح کے سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں واقعات سننے کو ملتے ہیں کہ بہت ذہین و فطین طلباء ایک لیول پہ آکر ناکام ہو جاتے ہیں اور پڑھائی سے شدید نفرت ہو جاتی ہے۔ دماغ کند ہو جاتا ہے۔ طالب علم پڑھائی میں غرق رہتا ہے آخر کار غصے سے کتابیں اٹھا کر پھینکتا ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں ہو رہا۔ حتیٰ کہ اس کے بال بھی جھڑنے لگتے ہیں۔ جب کلاس میں باقی لڑکے آگے نکل جاتے ہیں تو احساس کمتری میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے..... جس کی وجہ سے یہ مزید پریشان ہونے لگتا ہے۔ پریشانی اسے مایوسی کی طرف لے جاتی ہے.....

ہر سال میٹرک کے تقریباً 50% طلباء فیل ہو جاتے ہیں..... ان طلباء کی ناکامی کے نقصانات کیا ہیں؟ ان میں خود کشیاں بڑھتی جاری ہیں..... بندہ اپنے ماحول سے تو بیزار ہوتا ہی ہے لیکن اپنے آپ سے بھی بیزار ہونے

لگتا ہے..... جب یہ طالب علم کامیاب نہیں ہوتا اور اپنے ساتھ پڑھنے والے کامیاب طلباء کو دیکھتا ہے کہ وہ بہت اعلیٰ سطح پر پہنچ چکے ہیں..... تو یہی طالب علم جو تعلیمی دوڑ میں کافی پیچھے رہ چکا ہوتا ہے، اس دولت کو حاصل کرنے کے لیے وہ غلط راستے تلاش کرتا ہے۔ چوری اور ڈکیتی تک چلا جاتا ہے اور اس طرح ایک ایسا طالب علم جو امتحانات میں تیاری نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتا ہے معاشرے میں مجرم بن کر ابھرتا ہے اور برائیوں کی جڑ ثابت ہوتا ہے۔

کے بعد jazz کی سم لگا کر 200 ایس ایم ایس کرنے ہیں..... دماغ میں دماغی اور بخیری کی کشمکش کا سلسلہ چل رہا تھا کہ چچا جان کچھ یوں گویا ہوئے۔

”بیٹا ایک بڑا عجیب مسئلہ ہے جو بہت کوشش کے باوجود حل نہیں ہو رہا۔ چھوٹا بیٹا ذہین تھا۔ گزشتہ کلاسوں میں اچھے نمبر لیتا

جنید الرحمن

رہا ہے۔ اچانک پتہ نہیں کیا ہوا ہے کہ پڑھائی میں سست ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو ہر طرح کی سہولت دی ہے۔ دماغی ٹانگ جو آپکے سامنے پڑے ہیں۔ سب اس کے لیے ہیں مگر اس پہ کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ باقاعدگی سے کھانے کے باوجود بھی یہ پڑھائی صحیح طریقے سے نہیں کر رہا۔ ہم تو سب اس کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔ سبق یاد کرتا ہے اور بھول جاتا ہے۔ حافظہ دن بدن کمزور ہوتا

کمرے میں جا بجا دوائیاں اور میوہ جات پڑے تھے۔ دوائیوں کے نام کچھ اس طرح تھے: دماغی، خمیرہ، گوزبان، خوبان، روغن بادام، اور اس طرح بادام کی گریاں، خالص دیسی گھی سے بنا بخیری کا بھرا ہوا ڈبہ اور اس کے علاوہ بہت ساری ادویات پڑی تھیں۔ پہلے تو یہ لگا کہ گھر کے اس کمرے میں چھوٹا سا ہرمل دواخانہ قائم ہے لیکن جب ان ادویات کے ساتھ ہی بانو، ریاضی، کیمسٹری کی کتابیں اور موٹی موٹی نوٹ بکس جو اندر سے صاف ستھری تھیں نظر آئیں تو اشتیاق بڑھا۔ مزید غور کرنے پر تھوڑا سا آگے دیوار کے ساتھ ایک صفحہ لگا نظر آیا جس پہ سارا شیڈول لکھا ہوا تھا۔

بخیری دوچھ ایک کپ دودھ کے ساتھ، سونے سے پہلے اور صبح نہار منہ..... ہر کھانے کے بعد یہ دوائی..... فلاں دوائی وغیرہ.....

ساری بات سمجھ آ گئی کہ یہاں یقیناً کوئی سائنسدان پڑھ رہا ہے یا کسی خاص کتاب پہ بہت ہی گہرائی سے تحقیق ہو رہی ہے اور ایسے لگ رہا تھا کہ بہت جلد کوئی نئی تحقیق اس کمرے سے منظر عام پر آئے گی.....

ابھی میں ریشم بھری نگاہوں سے ان سب چیزوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اس بھائی جس کے گھر میں ہم موجود تھے کے والد محترم کمرے میں داخل ہوئے۔ فوری اپنے آپ کو سمیٹا اور سیدھا ہو کر بیڈ کے ساتھ ٹیک لگانے کے لیے بیٹھ گیا۔ جب ٹیک لگانے کے لیے تکیے کو سیدھا کیا تو اس کے نیچے ایک ناول نظر آیا اور ساتھ ہی موبائل کی دو سمیں۔ فوری تکیے کو نیچے کر دیا، کہیں خدا نخواستہ چچا جان کی نظر اس پر نہ پڑ جائے.....

انہوں نے ہم سے بات چیت شروع کر دی اور ہمارے ذہن میں یہ بات گونجنے لگی۔ دوچھ بخیری کھانے کے بعد 20 صفحے ناول کے غور سے پڑھنے ہیں..... ایک چھچھ دماغی کھانے

برے کاموں پہ ڈٹے رہنے کی وجہ سے دل کمزور ہو جاتا ہے اور

دل کی کمزوری انسان کے باقی اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے

جس کی وجہ سے انسان میں حوصلہ اور ہمت کم ہوتی جاتی ہے

جا رہا ہے۔ حالانکہ پہلے اس طرح نہ تھا، بہت زبردست حافظے کا مالک تھا۔ مگر پچھلے ٹیسٹوں میں بمشکل پاس ہوا ہے اور چند ہفتوں کے بعد آنے والے فائنل امتحانات کے لیے اس کی تیاری نہ ہونے کے برابر ہے۔

قارئین! امتحانات یقیناً طلباء کے لئے آزمائش ہوتے ہیں۔ اس دوران اکثر یہ جملے سننے کو ملتے ہیں۔

اب تو ایسی پڑھائی کرنی ہے کہ سب کو پیچھے چھوڑ دینا ہے..... لڑکے کرکٹ کے لیے چیخ چیخ کر بھی بلائیں تو پھر بھی اپنی

UET کا ایک طالب علم جو F.Sc میں بہت محنت کر کے یہاں تک پہنچا اور اس کا Electrical Engineering میں داخلہ ہوا۔ کچھ عرصہ تو پڑھائی ٹھیک ہوتی رہی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد معاملہ خراب ہونے لگا اور پڑھائی میں سستی ہونے لگی۔ اس نے فکر کرنا شروع کر دیا لیکن وہ مستقل مزاجی سے پڑھائی نہیں کر پار ہا تھا۔ نتیجاً اس کو پڑھائی چھوڑنی پڑی۔

پڑھائی میں کمزور ہونے کی وجہ کیا تھی؟ امتحانات کی تیاری بھی نہ ہو سکی کیونکہ کچھ یاد نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ وہ ایک ذہین طالب علم جو F.Sc میں ٹاپ کر کے UET میں پہنچا تھا۔

ذہن کا کند ہونا اور امتحانات کے نزدیک تیاری صحیح طریقے سے نہ ہونے کے دو اسباب ہیں۔ جس میں پہلا سبب نہایت اہمیت کا حامل ہے، جس کے متعلق ہمارا طالب علم کبھی سوچتا ہی نہیں ہے۔ امتحانات کی تیاری میں ناکامی اور ذہانت میں کمی کی ایک بہت بڑی وجہ گناہ ہے۔

جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گناہ سے پریشانی تذبذب اور نفسیاتی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ گناہ سے خون میں ہشامین نامی مادے کی زیادتی ہو جاتی ہے، جس سے دماغ کے خلیات بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں اور انسان

بے شمار ہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بعض گناہوں کے اثرات ذہنی بیماریوں کی صورت میں اور بعض کے اثرات جسمانی بیماریوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ جب عضلات کھینچ جاتے ہیں تو دماغ بوجھل ہو جاتا ہے۔ گناہوں کی وجہ سے خوف، گھبراہٹ، مایوسی، چڑچڑاہٹ آ جاتا ہے.... وحشت ناک خواب آنے لگتے ہیں.... ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ نیند کم آتی ہے.... رنگ زرد اور پیلا ہو جاتا ہے.... نظر کمزور ہو جاتی ہے.... چکر آنے لگتے ہیں اور تھوڑا سا ذہنی کام کرنے سے دماغ تھک جاتا ہے.... پھر پڑھنے لکھنے کو جی نہیں چاہتا!! اعصابی کمزوری بندے کو اندر سے بتدریج ختم کر دیتی ہے۔ ایک رویہ سکارلر کے مطابق ذہانت غیر اخلاقی سرگرمیوں کی وجہ بہت زیادہ سے متاثر ہوتی ہے اور گناہ بندے کی غیر معمولی صلاحیتیں سلب کر لیتے ہیں۔

گناہ کے اثرات انسان کے دل پہ ہوتے ہیں اور دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور جب دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات انسان کے چہرے پہ ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں۔ جو لوگ جھوٹے عشق و محبت، نفسانی جذبات اور فحاشی کا شکار ہوتے ہیں، ان کے چہروں سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے

چہروں پہ نحوست اور سیاہی کا غلبہ ہوتا ہے۔

جس دل میں گناہ کے علاوہ کوئی طلب نہ ہو وہ کیسے اپنی پڑھائی پہ توجہ دے سکے گا اور اپنے معاملات کو صحیح طریقے سے چلا سکے گا؟ ہاں برائیوں کا سہارا لیکر ایسا انسان دولت اور رتبے پہ پہنچ سکتا ہے لیکن اس کے اندر ایک غلاظت چھپی ہوتی ہے۔ اس کی عزت معاشرے میں صرف مطلبی لوگ ہی کرتے ہیں یا اس کے رعب کی وجہ سے اس کی عزت ہوتی ہے۔ یہی انسان جب بڑھاپے میں داخل ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ ساری دنیا حتیٰ کہ اولاد بھی اس سے دور ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک طالب علم جو انتہائی محنتی تھا، کا کالج میں داخلہ ہوا، پڑھائی شروع ہوئی۔ گھر والوں نے اکیڈمی میں داخلہ لے دیا۔ وہاں وہ لغویات میں پھنس گیا۔ اسے جب سمجھایا جاتا یہ چیز چھوڑ کر اپنی پڑھائی پہ توجہ دو تو وہ جواب دیتا کہ اس کا میری پڑھائی سے کیا تعلق ہے؟ پڑھائی تو بالکل ایک الگ چیز ہے۔

جس پر اللہ کی لعنت ہو وہ کبھی بھی دنیا کے اندر کامیاب نہیں

ہو سکتا اور آخرت میں بھی اللہ کے نیک بندوں کے دل

مضبوط ہوتے ہیں، ان میں ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے

محترم قارئین! بہر حال گناہ اپنی ایک نحوست رکھتا ہے جو بندے سے اس کی قابلیت چھین لیتا ہے اور اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ وہ طالب علم کچھ ہی عرصے بعد انتہائی بری طرح ناکام ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد وہ ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کافی سالوں بعد اس کے گھر والوں نے اسے بیرون ملک بھیج دیا۔

گناہ دل میں بزدلی پیدا کرتا ہے۔ برے کاموں پہ ڈٹے رہنے کی وجہ سے دل کمزور ہو جاتا ہے اور دل کی کمزوری انسان کے باقی اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان میں حوصلہ اور ہمت کم ہوتی جاتی ہے۔ دلیری اور مردانگی اس سے دور بھاگتی ہے، ناامیدی مستقل ڈیرے جمالیتی ہے.... اب یہ طالب علم اپنے استاد کے سامنے سوال نہیں کر سکتا۔ زبان لڑکھاتی ہے.... ناامیدی اس طالب علم میں امتحانات میں ناکامی کا ڈر پیدا کر دیتی ہے۔ لائق اور ذہین لڑکوں کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے.... آنکھوں میں آنسو بھرتا ہے.... بے چین رہتا ہے.... نفسیاتی مریض بننے لگتا ہے۔

ایک فحش فلم دیکھنے کے بعد یہ لیکچر لے گا تو اس کا ذہن ادھر ہی اٹکا ہوا ہوگا۔ لیکچر کے دوران بار بار ذہن اس طرف جائے گا اور مجبور ہوگا کہ اپنے یہ لیکچر چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ آخر وہ نشہ آور

چیزیں استعمال کرے گا۔ سگریٹ اور شراب کا نشہ اسے کہیں مستقل مزاجی سے بیٹھنے نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔
”اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی۔“ (سورہ النجم)

یعنی جو جتنی کوشش کرتا ہے وہ کافر ہو یا مسلمان اللہ پاک اسے ضرور دیتا ہے۔

ایک یورپی سائنسدان اپنی داستان زندگی میں لکھتا ہے کہ میں اپنے کام میں اس قدر مگن تھا کہ مجھے تمام دنیاوی چیزوں سے شدید چڑ ہو گئی تھی کہ میرے سامنے ہر وہ چیز اور مشاغل تھے جن کے لیے میرے آس پاس کے لوگ وقت نکالتے تھے، آج مجھے اس چڑنے اس مقام پر پہنچا دیا۔

اب اس کا حل کیا ہے کہ ذہانت تیز ہو سکے اور امتحانات میں کامیابی بھی حاصل کی جاسکے اور زندگی بھی منظم انداز میں ڈھل جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

واتقوا الله ويعلمكم الله....

”اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں علم دے گا۔“

جی قارئین! سب سے پہلی چیز تقویٰ ہے۔ اللہ سے جوڑتا ہے، تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ

خود اس کی مدد کرتا ہے کیونکہ ایسا بندہ مومن ہوتا ہے۔ انہی کے بارے میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ”اور مومنین کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے“ (البقرہ)

حضرت شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”بے شک علم اللہ کے نور میں سے ایک نور ہے اور یہ نور کسی گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔“

قارئین! گناہ کرنے سے آدمی دینی علم سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور اللہ کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے۔ جس دل سے اللہ کی عظمت نکل جائے اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ جس پر اللہ کی لعنت ہو وہ کبھی بھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے نیک بندوں کے دل مضبوط ہوتے ہیں، ان میں ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے۔ ان کے عزم پتھر کی چٹانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ان میں قوت فیصلہ ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ ظاہر کرتا ہے کہ اگر ہم رب کا تقویٰ اختیار کر لیں اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے رب سے دعائیں کریں تو بہت جلد اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کر دے گا جو یہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت بھی سنوار اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ آمین۔

کارٹونز: ایک اہم ثقافتی ہتھیار

جن کے ذریعے سے نسل نو کی اسلامی شناخت مٹانے کا کام جاری ہے.....!!

یہ تمام باتیں سن کر دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایسی کیا بات ہے ان کارٹونز میں، جن کی خاطر بچے کے والدین اس حد تک جانے پر تیار ہیں۔ مزید کچھ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ان انڈین کارٹون میں مرکزی کردار ایک بچے کا ہے۔ اس بچے کو دیومالائی طاقتوں کا حامل دکھایا گیا ہے اور یہ بچہ پوری طرح ہندو رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ مزید خطرناک بات یہ کہ جو بچے یہ کارٹون دیکھتے ہیں کہ وہ اسی کردار کو نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کارٹون کو اپنا ہیرو خیال کرتے ہیں۔

میںیں پرس نہیں بلکہ پاکستان میں کیبل پر اس وقت چلتے چینلز میں ایسے کارٹونز کی بھرمار ہے جن میں مسلمان بچوں کے لیے سامان ہلاکت موجود ہے۔ ان چینلز پر چلنے والے کرداروں کی نقلی کرنا مسلم امہ کے ان نو نہالوں کا دوطیرہ بن چکا ہے۔

☆.....☆.....☆

وہ دونوں بچے جنگ پر جانا چاہتے تھے لیکن جنگ کا سپہ سالار ان کی عمر کی وجہ سے انہیں اجازت دینے میں متامل تھا لیکن یہ دونوں بچے اس بات پر مصر تھے کہ ہم نے جنگ میں جانا ہے اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ بالآخر قرار یہ پایا کہ بڑے بچے کو بھجوا دیا جائے اور چھوٹے بچے کو روک لیا جائے لیکن چھوٹا بچہ اس بات پر مصر تھا کہ وہ اپنے بڑے بھائی سے زیادہ طاقتور ہے۔ سپہ سالار نے دونوں کی کشتی کروانے کا فیصلہ کیا تو چھوٹے بھائی نے پہلے ہی بڑے بھائی سے کہہ دیا کہ آپ نے تو جنگ پر چلے ہی جانا ہے۔ اس لیے مجھ سے کشتی ہار جائیں تاکہ مجھے

کر رہا ہے لیکن جب اس نے سنجیدگی کے ساتھ یہی بات دہرائی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی مسئلہ ہے لیکن دماغ ابھی تک اس بات

روحان ابراہیم

کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ میں نے مزید تسلی کے لیے اس بھائی سے پوچھا کہ ایسے کون سے کارٹون ہیں جن کی خاطر بچے کے والدین بھی اس کا ٹیوشن ناٹم تبدیل کرنے پر مجبور ہیں۔

میرے استفسار پر مجھے پتہ چلا کہ یہ انڈین کارٹونز

ADVENTURE TIME

CN
CARTOON NETWORK™

TOM & JERRY
Trick and Treats

WARNER HOME VIDEO

BEN 10

Disney

BATMAN

دیکھیں! آپ میرے بچے کا ٹیوشن ناٹم تبدیل کر دیں، یہ اس وقت ٹیوشن نہیں آسکتا۔ وہ خاتون اس وقت ٹیوٹر سے جھگڑ رہی تھیں۔

لیکن اس وقت یہ بچہ کیوں نہیں آسکتا؟ ٹیوٹر نے بے چارگی سے پوچھا۔

میں نے آپ کو کہہ دیا ہے کہ یہ اس وقت ٹیوشن نہیں آسکتا اور آپ کو وجہ بھی بتادی ہے۔

دیکھیں آپ نے جو وجہ بتائی ہے وہ معقول نہیں ہے۔ اب اتنی چھوٹی سی بات پر میں ٹیوشن ناٹم کیسے

تبدیل کر سکتا ہوں.....

یہ آپ کے نزدیک چھوٹی بات ہوگی مگر بچے کے نزدیک نہیں۔ بہر حال اگر آپ ٹیوشن ناٹم تبدیل کر سکتے ہیں تو بتائیں، ورنہ ہم اپنے بچے کو کہیں اور پڑھالیں گے.....

مجبوراً ٹیوٹر کو یہ

کہنا پڑا کہ ٹھیک ہے،

آپ اپنے بچے کو لے

جائیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ

خاتون اپنے بچے کے ہمراہ

تشریف لے گئیں۔

میں خاموشی سے کھڑا اس

صورتحال کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس خاتون کے جانے کے بعد میں

نے اس بھائی سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ اگر ان کا زیادہ مسئلہ ہے

تو آپ ان کا ٹیوشن ناٹم تبدیل کر دیں۔ میری یہ بات سن کر وہ بھائی

پہلے تو خاموش رہا پھر گویا ہوا: بھائی ان کا مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت

بچے نے ٹی وی پر کارٹون دیکھنے ہوتے ہیں۔ میں سمجھا شاید یہ مذاق

اگر کسی بھی ٹیکنالوجی کی ڈیٹا منتقل کرنے کی کم از کم 200 کلوباٹس فی سیکنڈ یا 0.2 میگا باٹس فی سیکنڈ ہے تو وہ ٹیکنالوجی 3G ٹیکنالوجی کہلاتی ہے۔ دنیا کی اکثر کمپنیاں 3G نیٹ ورک فراہم کرتی ہیں وہ اس رفتار سے زیادہ رفتار مہیا کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ بہر حال یہ کم از کم ڈیٹا منتقل کرنے کی کم از کم رفتار ہے۔ اس سے کم اگر کسی ٹیکنالوجی کی رفتار ہو تو وہ ٹیکنالوجی 3G نہیں کہلائے گی۔

حالیہ 3.5G اور 3.7G ٹیکنالوجیز ہیں جو کوئی میگا باٹس فی سیکنڈ ڈیٹا منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں 3G نیٹ ورک پھیل رہا ہے۔

3G نیٹ ورک 2G نیٹ ورک کی نسبت اپنے پھیلاؤ میں سست ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 2G نے 1G کی ہی ریڈیو فریکوئنسی پر کام کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ 3G کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے لئے الگ سے ریڈیو فریکوئنسی قائم کرنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے موبائل استعمال کرنے والوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی ابھی تک اس 3G ٹیکنالوجی کو اپنا نہیں پایا ہے۔

3G ٹیکنالوجی کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ 2G ٹیکنالوجی کی نسبت زیادہ محفوظ نیٹ ورک فراہم کرتا ہے۔

3G ٹیکنالوجی کی ایپلیکیشنز میں وقت کے ساتھ بہت جدت آئی ہے۔ اس کی ایپلیکیشنز میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- موبائل ٹی وی
- ویڈیو کانفرنس
- لوکیشن میسجنگ
- GPS گلوبل پوزیشننگ سسٹم

لوکیشن میسجنگ سروس سے مراد ایسی خدمات ہیں جن کی مدد سے کسی بھی جگہ کی لوکیشن یا موبائل کی لوکیشن معلوم کی جاسکتی ہے۔

جبکہ گلوبل پوزیشننگ سسٹم سے مراد ایک ایسا سسٹم ہے جس کی مدد سے دنیا بھر میں کوئی بھی انسان سفر کر سکتا ہے۔ محض اس سسٹم کی بنیاد پر کیونکہ یہ نہ صرف آپ کو آپ کی موجودہ جگہ بتاتا ہے بلکہ اگر آپ نے کہیں سفر کرنا ہے تو آپ کو راستہ بھی بتاتا ہے۔

3G ٹیکنالوجی کے بعد اب 4G ٹیکنالوجی بھی وجود میں آگئی ہے۔ اس ٹیکنالوجی میں ڈیٹا منتقل کرنے کی رفتار ایک گریگا بائٹ یعنی ایک ہزار میگا بائٹ فی سیکنڈ ہے۔

ٹیکنالوجی تو ایسی چیز ہے جس میں نئی سے نئی جہت سامنے آتی ہی رہتی ہے۔ ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس ٹیکنالوجی کی مدد سے کیا کر رہے ہیں۔ کیا صرف عیش یا اس نئی سے نئی ٹیکنالوجی کے ذریعے اسلام کو پھیلانے کی کتنی کوشش کر رہے ہیں۔

اس وقت دنیا کی رنگینی میں گم ہوگا اور جب اسلام کی عزت پہ ڈاکا ڈالا جائے گا تو اس وقت یہ اپنے کسی ”ہیر“ کی مثل بننے میں کوشاں ہوگا لیکن کیا ایک مسلم نوجوان اور بچے کا مستقبل یہی ہونا چاہیے؟

جہاں تک یہ سوال ہے کہ اگر بچے کا رٹون نہ دیکھیں تو پھر کیا کریں تو اس معاملے میں بھی بہت ساری تجاویز موجود ہیں بشرطیکہ آپ غلط ہوں۔ سب سے کارآمد طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے قریب جتنے بھی بچے موجود ہیں ان کے درمیان بزم ادب کروائیں۔ بچوں سے چھوٹی چھوٹی چیزیں سنیں۔ کوئی تلاوت نعت یا ترانہ۔ اگر کوئی بچہ کوئی اچھی بات کر سکتا ہے تو اس کو بھی موقع دیں۔ پھر ان بچوں میں سے نمایاں کارکردگی دکھانے والوں کو انعامات دیں۔ انعامات خواہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ بچوں کے لیے بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ

بھی کفار کے خلاف اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل سکے۔ بڑا بھائی جان بوجھ کر کشتی بار جاتا ہے۔ اس طرح یہ دونوں بھائی جنگ میں شریک ہو گئے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ یہ دونوں لڑکے جو ابھی نوجوان کہلانے کے حقدار بھی نہیں تھے، انہوں نے کفر کے سب سے بڑے سردار کو قتل کر دیا۔ یہ دونوں بچے تاریخ میں معوذ اور معاذ اللہ کے نام سے مشہور ہوئے اور اسلام اور کفر کی پہلی فیصلہ کن جنگ میں ان دونوں بچوں نے ابو جہل کو قتل کیا۔

☆.....☆.....☆

مندرجہ بالا دونوں واقعات میں بلا کا تضاد ہے کیونکہ مسلمان بچوں کے لیے آئیڈیل ہندو نہیں بلکہ یہ محاذ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ ان کے نقش قدم پر ہمارے بچے چلتے اور ان کے دل میں بھی کفر کے خلاف کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہوتا۔

مگر افسوس! آج ایک مسلمان گھر کا بچہ اپنا ہیرو ایک

گھروں میں عموماً بچوں کو کارٹون کے ذریعے بہلایا جاتا ہے کہ اگر بچے تنگ کر رہے ہیں تو ان کو کارٹون لگا کر دے دیے جائیں، مگر یہ نہیں سوچا جاتا کہ سکرین پر ناچنے والے ان کرداروں کا ان معصوم ذہنوں پر کیا اثر ہوگا؟

ہی ہفتہ میں ایک دن مختص کریں کہ اس دن بزم ادب ہوگا۔ تمام بچے تیاری کریں۔

پھر اسی طرح ہر بزم ادب میں آپ خود کسی صحابی رسول ﷺ کا واقعہ سنائیں یا کسی اور دلچسپ اسلامی واقعہ کا احوال بیان کریں۔ کوشش کریں کہ ہمارے جنگی ہیروز مثلاً صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، نور الدین زنگی، وغیرہ کے واقعات ذرا دلچسپ انداز میں کہانی کی طرح سنائیں۔ پھر سلسلہ یہیں تک محدود نہ رکھیں بلکہ بچوں میں کونز پروگرام کروائیں اور اسلام سے متعلق سوالات پوچھیں۔ اسی طرح بچوں کو مقابلہ بازی میں مختلف دعائیں یاد کروائیں۔ ان کے درمیان مختلف گیمز کروائیں۔ یہ یقینی طور پر ایسی سرگرمیاں ہیں کہ آپ کے بچے کارٹونز کو بھول جائیں گے اور اس لعنت سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

اسی دوران آپ بچوں کو نماز کی ترغیب دلائیں۔ پوری نمازیں پڑھنے والے یا نگہبازی سے ساری نمازیں پڑھنے والے کو انعام سے نوازیں۔ الغرض کوشش کرے انسان تو کیا نہیں ہو سکتا۔

گزارش یہی ہے کہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے مستقبل کو بچائیں اور انہیں اسلام کے سانچے میں ڈھالیں اور ان کے آئیڈیل معوذ اور معاذ اللہ ہونے چاہئیں نہ کہ کوئی بھی ہندو کردار.....!!

ہندو کردار کو سمجھے تو ہم توقع کر سکتے ہیں کہ کل کفر اور اسلام کی جنگ میں وہ کہاں کھڑا ہوگا؟ معوذ اور معاذ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مجاہدین کی صف میں یا غیر مسلم کرداروں کی نقالی کرتے ہوئے جنگ سے دور.....؟؟ جذبہ جہاد سے لبریز یاد دہانی آ سانسوں میں گم.....؟؟ کفر کے خلاف دل میں نفرت لیے ہوئے یا.....؟

یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ہمارے گھروں میں عموماً بچوں کو کارٹون کے ذریعے بہلایا جاتا ہے کہ اگر بچے تنگ کر رہے ہوں تو ان کو کارٹون لگا کر دے دیے جاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچا جاتا کہ سکرین پر ناچنے والے ان کرداروں کا ان معصوم ذہنوں پر کیا اثر ہوگا۔ یہ معصوم بچے جن کے ذہن سلیٹ کی مانند ہیں۔ ان کے ذہنوں میں اسلامی غیرت و حمیت اور جذبہ جہاد کی جگہ کیا تصورات اور خیالات جنم لیں گے؟ یہ بچہ اسلام کے دفاع کے لیے کیا خدمات سرانجام دے سکے گا؟

ایک بڑا سوال جو عموماً کیا جاتا ہے کہ اگر بچوں کو کارٹون دیکھنے کو نہ دیں تو کیا کریں۔ بچے تنگ بہت کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی تو سوچئے آج یہ صرف آپ کو تنگ کریں گے لیکن اگر یہ انہی غیر مسلم کرداروں کو دیکھتے رہیں تو کل پوری امت مسلمہ کے لیے تنگی کا باعث بنیں گے۔ جب مسلم بیٹیوں کی عزتیں پامال ہوں گی تو یہ

اسلام سے قبل روم و ایران کی عظیم بادشاہتیں اپنے عہد کی
متمدن ترین اقوام میں شمار ہوتی تھیں۔ انتظامی اور عسکری نظام میں
ان سلطنتوں نے گونا گوں ترقیاں کیں۔ چنانچہ ایک عسکری نظام
راج کیا گیا جسے تاریخ میں نظام جاگیر داری (Feudal

System) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس
نظام کے تحت ملک میں بڑے بڑے امراء اور سپہ
سالاروں کو گراں قدر جاگیریں دی جاتی تھیں اور
ان جاگیروں کی آمدنی کے مطابق بوقت جنگ فوج
کی ایک مقررہ تعداد کی فراہمی ان پر لازمی ہوتی

تھی۔ اس طرح پورا ملک طاقت و جاگیر داروں میں منقسم ہو گیا تھا
اور یہ امراء اپنی ذاتی اغراض و مصالح کے تحت حکومت سے اکثر و
بیشتر بغاوتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ تو اس وقت کی دنیا کی ترقی یافتہ
سلطنتوں کا حال تھا اور عربوں کی یہ حالت تھی کہ ان کا حربی نظام غیر
منظم اور بے ترتیب تھا۔ بوقت ضرورت لوگوں کو رضا کارانہ خدمات
انجام دینی پڑتی تھیں۔ شامی عرب کے قبائل جن کی زندگی جنگ و
جدل کی نذر ہو جاتی تھی اور وہ ہمیشہ حالت جنگ میں رہتے تھے
بھی کسی منظم اور باقاعدہ نظام حربی سے آشنا نہ تھے۔ کسی دشمن قبیلے
کے حملے یا کسی مخالف قبیلے پر حملہ کے موقع پر ہر شخص اپنے قبیلے کی
حمایت میں جنگ کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اسلحہ جنگ کی فراہمی
گھوڑے اور سامان خورد و نوش کی رسانی ہر فرد کی ذاتی ذمہ داری
تصور ہوتی تھی۔

اسلام نے جو نظام عسکری قائم کیا، اس کی بنیاد فریضہ جہاد
پر ہے۔ اسلام میں جہاد ہجرت کے بعد فرض کیا گیا۔ باقاعدہ نظام
عسکری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قائم ہوا۔ آپ
نے 15 ہجری میں ایک باقاعدہ اور منظم فوجی نظام کے قیام کے
لئے عقیل بن ابی طالب، خزیمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو جو

تمام عرب میں علم انساب کے ماہر تھے قبائل عرب کی اسم نویسی پر
ماصور کیا۔ اس طرح تمام قبائل کے نام دیوان العطاء والوظائف
میں درج کئے گئے۔ ابتداء میں صرف ایسے لوگوں کا نام درج کیا گیا
جو جنگ کے قابل تھے مگر بعد میں عرب مردوں کے نام قبائل کی

جنگی مشقوں کے سلسلے میں فوج کو چار چیزوں کی بہت تاکید کی
جاتی تھی، تیرنا، شہسواری، تیر اندازی اور ننگے پاؤں دوڑنا،
سواروں کے اسلحہ میں زرہ، آہنی تلوار اور نیزے شامل تھے

ترتیب کے ساتھ درج کئے گئے۔ اس طرح تمام عربوں کی ایک
ایسی فہرست تیار ہوئی جو بوقت ضرورت جہاد کی خدمات سر انجام
دیتے تھے۔ اس فہرست کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلی فہرست
میں صرف ان لوگوں کے نام درج کئے گئے جو فوجی چھاونی میں مقیم
رہتے۔ یہ گویا باقاعدہ فوج تھی اور دوسری فہرست میں ایسے لوگوں کا
نام درج کیا جاتا جس سے بوقت ضرورت فوجی خدمات لی جاتی

کھجور
حافظ مسعود الرحمن

تھیں۔ اسے مَطَوَّعَہ کہتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ آج کے دور میں
مَطَوَّعَہ کو تنخواہ نہیں ملتی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تنخواہ بھی
مقرر کی تھیں۔

عسکری نکتہ نظر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ملک کو
دو حصوں میں منقسم کر دیا۔ ایک شہری آبادی اور دوسری فوجی آبادی
تھی۔ جن مقامات کو فوجیوں کے لئے مخصوص کیا گیا انہیں ”جسند“
کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عرب، عراق، شام
اور مصر مکمل فتح ہو چکے تھے۔ بقیہ علاقوں میں جنگ کا سلسلہ جاری
تھا۔ اس لئے ”اجسناد“ کا قیام انہی علاقوں میں عمل میں آیا۔ جو

علاقے فوجی انتظام و انصرام کے لیے موزوں تھے وہ مندرجہ ذیل
ہیں۔

کوفہ، بصرہ، دمشق، حمص، فلسطین، اردن، قسطنطنیہ اور مدینہ۔ ان
مقامات پر عرب کے قبائل کو آباد کیا گیا جن پر قومی خدمات کی انجام
دہی ضروری تھی۔ مندرجہ بالا علاقوں میں چار چار ہزار
گھوڑے، فوجی دفتر، چراگا ہیں اور سامان رسد کے
ذخیرے ہوتے تھے۔ اسلحہ سمیت فوجیوں کی جسمانی
ترتیب اور جنگی مشقوں کے بھی انتظامات کئے گئے۔
”اجسناد“ کے علاوہ سرحدی اور دوسرے مرکزی
مقامات پر قلعے، فوجی چھاؤنیاں اور دوسرے جنگی
انتظامات کئے گئے۔

رومی آئے دن شام و مصر کے ساحلی علاقوں پر حملہ کرتے
رہتے تھے۔ ان علاقوں کی مدافعت کی غرض سے ساحلی علاقوں پر
قلعوں کی تعمیر، قدیم قلعوں کی مرمت اور فوجی انتظام و انصرام کے
استحکام کے علاوہ عرب قبائل کی متعدد بستیاں قائم کی گئیں تاکہ
رومیوں کے حملوں کا موثر جواب دیا جاسکے۔

خلافت راشدہ میں باقاعدہ اور رضا کار فوجیوں کی تعداد
چھ سات لاکھ سے کم نہ تھی۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے عہد میں ہر سال تیس ہزار نئے مجاہدین بھرتی کئے جاتے تھے۔
اس کے ساتھ ساتھ کوفہ و بصرہ کی ”اجسناد“ میں ایک لاکھ عرب بھی
رہتے تھے۔ اگرچہ عساکر کی کلین اسلامی عربی تھی مگر پھر بھی اس
میں غیر عرب عنصر کی آمیزش کا آغاز ہو گیا تھا۔ فوجیوں کی تنخواہیں کم
از کم تین سو درہم سالانہ تھیں۔ افسروں کی تنخواہیں سات ہزار سے دس
ہزار درہم سالانہ تک ہوتی تھیں۔ ابتداء میں یہ دستور تھا کہ اہل فوج
کے بچوں کی تنخواہ اس وقت تک مقرر کی جاتی تھی جب وہ دودھ پینا
دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے۔ (باقی صفحہ 43 پر)

عہدِ فاروقی کا عسکری نظام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج کو ایسے منظم انداز میں
ترتیب دیا کہ قبل ازیں اس کی مثال نہیں ملتی

لاکھوں تربانوں کے بعد بھی کشمیری جذبے اور عزم جوان ہیں

شہرِ گِ وطن

چانگیا کی بھٹیڑیوں کے دانتوں سے چھڑوائے کا وقت آپہنچا

کل یہ جنگ ہمیں اسلام آباد لاہور اور کراچی میں لڑنا پڑے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس دن مقبوضہ کشمیر آزاد ہوگا اور برہمن کی اتانیت غرور اور تکبر کا بت کشمیر کے سنگناخ پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگا وہ پاکستان کی تکمیل کا دن ہوگا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ بھارت کی پالیسی قدیم بھارتی مفکر اور دانشور چانکیہ کے اس قول پر مبنی ہے۔

”جب تم اپنے دشمن کو مارنا چاہو تو اس سے دوستی پیدا کر لو اور جب اسے مارنے لگو تو اسے گلے لگاؤ اور اسے مار چکو تو اس کی لاش پر آنسو بہاؤ“

بھارت یہی پالیسی پاکستان کے ساتھ اپنائے ہوئے ہے۔ پہلے ہی ہم پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چکے ہیں۔ جب انڈیا نے اپنا یہ کام مٹی بانی اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مکمل کر دیا تو اس وقت کی بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے کہا کہ ”ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا“۔

یہ وہ بھارت ہے جس نے 1965ء کی جنگ پاکستان پر مسلط کی۔ 1984ء میں سیانچن پر قبضہ کیا۔ 1992ء میں بامری مسجد کی شہادت سمیت اب تک ہزاروں مساجد کو گرا چکا ہے۔ یہ وہی بھارت ہے جس نے سمجھوتہ ایکسپریس کو جلا کر

معصوم پاکستانی شہریوں کی جان لی۔ بھارت کے اس سیاہ ماضی کے باوجود ہمارے عسکران ہیں کہ انڈیا سے دوستی اور پیار محبت کی پیٹلیں بڑھانے کے لئے مرے جا رہے ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا سب سے اہم اور اولین ایجنٹ کشمیر رہا ہے لیکن کچھ عرصہ سے اس کو بالکل فراموش کیا جا رہا ہے۔

پرویز مشرف کے دور حکومت میں سب سے زیادہ اس مقصد کو نقصان پہنچا۔ پاکستان ایک میں عرصہ تک حکمرانی کرنے والا یہ فوجی کہتا تھا کہ عقل مند صرف میں ہوں۔ سیاست کی بھی سمجھ

آج پاکستان کے جغرافیہ نقشہ اور حدود اربعہ کی کتنی خطرناک پوزیشن ہوتی۔ ہم کسی صورت اپنا دارالحکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل نہیں کر سکتے تھے اور اگر دارالحکومت بدستور کراچی میں رہتا



تو شمالی علاقہ جات کے لوگوں کے لئے وہاں پہنچنا بہت ہی مشکل ہوتا۔ ادھر بھارتی فوجیں کوہالہ پل پر بیٹھی ہوتیں اور ہم کہوٹہ پلانٹ موجودہ جگہ پر کسی صورت تعمیر نہ کر سکتے۔ پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کو آزاد کرائے بغیر پاکستان کا دارالحکومت موجودہ جگہ منتقل کر دیا جاتا تو بھارتی فوجیں کشمیر کی چوٹیوں سے ہمارے دارالحکومت میں جھانک رہی ہوتیں۔

کشمیر کی جغرافیائی اہمیت سے نابلد اور اپنے آپ کو اہل علم کہنے والے لوگ عوام الناس کو مایوس کر رہے ہیں۔ پاکستانی عوام کی

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک دیوار کی مانند قرار دیا ہے۔ جس طرح اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر مضبوط دیوار بناتی ہیں ایسے ہی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر سیسہ پلائی دیوار بننے ہیں۔ دنیا کے کسی کونے میں بسنے والے مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی تکلیف تمام مسلمانوں کے لئے برابر ہے۔ اسلام کی اس آفاقی تعلیم کی رو سے پاکستان میں بسنے والے 20 کروڑ مسلمانوں کے دل کشمیریوں پر ہونے والے ظلم کی وجہ سے زخمی ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر کا کل رقبہ 235497 مربع کلومیٹر تھا۔ ہندو مہاراجہ کے کشمیر کو انڈیا کے ساتھ الحاق کے بعد مجاہدین نے اپنی جہادی یلغار کا استعمال کرتے ہوئے جو علاقہ آزاد کروایا اس کا نام آزاد جموں کشمیر رکھ دیا۔ جس کا رقبہ 13297 مربع کلومیٹر بنتا ہے۔

جو علاقہ ہندو بننے کے قبضے میں ابھی باقی ہے اسے مقبوضہ کشمیر کہا گیا۔ جس کا رقبہ 222200 مربع کلومیٹر ہے۔ کشمیر جغرافیائی طور پر پاکستان کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کشمیر کو محمد

علی جناح نے پاکستان کی شہرگ کہا تو اس کی ایک مضبوط وجہ تھی۔ ایک تو وہاں بسنے والے لوگوں میں سے 87 فیصد لوگ مسلمان تھے۔ دوسرا پاکستان کی زندگی کا دار و مدار ان دریاؤں پر ہے جو کشمیر سے نکلتے ہیں۔ اگر ان دریاؤں کا پانی روک دیا جائے تو پاکستان کی زرخیز زمین لہلہاتی فصلوں کی جگہ بخر زمین کا نقشہ پیش کرے جیسا کہ اب بہت بڑی حد تک انڈیا سے جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ تیسرا بڑا اور اہم نقطہ یہ ہے کہ ہم ذرا اس بات کا تصور کریں کہ اگر پاکستان کے زیر انتظام کشمیر کا خطہ آزاد نہ ہوتا تو

یہ مٹی شہداء کے خون میں گندھی ہوئی ہے اس مٹی میں شہیدوں کے خون کی خوشبو رچی بسی ہے، ہم پاکستانی قوم کو یقین دلاتے ہیں ہم شہداء کے خون سے بے وفائی نہیں کریں گے

ذہن سازی کی جاتی ہے کہ ہم نے اتنے سال کشمیر کی آزادی کی جنگ لڑی، ہمیں اس سے کیا حاصل ہوا۔ ہمیں اب اس خطے کی جنگ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کچھ نامہ دائل علم تو اس کو جہاد ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ شائد وہاں بسنے لاکھوں مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کی سنگناخ اور کٹھن وادیوں میں جاری جدوجہد کی تحریک جس میں کشمیری مسلمان سوالا کہ قربانیاں پیش کر چکے ہیں، یہ پاکستان کے دفاع اور سالمیت کی جنگ ہے۔ اگر پاکستان کی بقاء کی یہ جنگ کشمیر میں نہ لڑی گئی تو

مجھے ہی ہے اور پاکستان کو بھی میں ہی کنٹرول کر سکتا ہوں اور جو میں کہتا ہوں وہ سچ ہے اس کے سوا کوئی سچ نہیں۔ اس کے دور میں سیز فائر ہوا۔ ان سالوں میں انڈیا نے کشمیر کے بارڈر پر پاڑ لگائی، سنسر لگائے، انہوں نے چار دفاعی لائنیں بچھا کر آٹھ لاکھ انڈین آرمی مسلط کر دی۔ دنیا کی تاریخ میں شاید ہی ایسا واقعہ ہوگا کہ اتنی آبادی پر آٹھ لاکھ ریگولر آرمی لگائی گئی ہو۔

اس کے بعد پیپلز پارٹی کے دور میں مشرف کی ان پالیسیوں کو مزید تقویت ملی۔ یہ وہ جماعت ہے جس کے بانی بھٹو نے کہا تھا کہ اگر ہمیں کشمیر کے لئے ایک ہزار سال تک بھی جنگ لڑنا پڑی تو ہم لڑیں گے۔ لیکن اس جماعت کے جانشین کشمیر کے حساس معاملے کو ایک طرف رکھتے ہوئے اور کشمیریوں کے دھموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے بھارت سے تعلقات بڑھا رہے ہیں۔

دوسری طرف بیرونی اشاروں پر چلنے والا پاکستان کا ایک چینل جس نے بھارت کے ساتھ ”امن کی آشا“ کا سفید پرچم تھام کر اپنی بے حس اور بے ضمیری کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے نزدیک پاکستان کی سالمیت اور کشمیریوں کی حق خود ارادیت کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک یہ حق خود ارادیت اور پاکستان

کی سالمیت پر بھارت کی طرف سے خطرہ پرانا مسئلہ ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق ہمیں ساری باتیں بھول کر دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیے۔ جس کے نتیجے میں پاکستان اور بھارت کے درمیان کھیلوں اور فنکاروں کے تبادلے کو پذیرائی دی جا رہی ہے۔ اگر امام کعبہ فوت ہو جائیں تو کوئی میڈیا کورنگ نہیں اور اگر بال ٹھا کرے یا کوئی بھارتی فنکار جنم واصل ہو جائے تو اس پر وہ دن رات پیٹتے اور نوحہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ خاص پروگرام چلائے جاتے ہیں اور اس پر بھارت کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیا جاتا ہے۔ یہ پاکستان قوم بھارت کی طرف سے حقائق اور خطرات سے اسی طرح دور رکھنا چاہتے ہیں جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور

وہ سمجھتا ہے کہ شاید وہ خطرے سے بچ گیا ہے۔

ہمارے وزیر داخلہ صاحب ابھی انڈیا کا دورہ کر کے آئے ہیں۔ جہاں ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ ان کے بھارتی ہم منصب نے ان کا استقبال کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اگر بھارتی وزیر مشیر ہمارے ہاں آجائیں تو ہماری کئی کئی دن تقریبات ختم نہیں ہوتی۔ لیکن وہ پاکستانیوں کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے وزیر داخلہ انڈیا جائے تو وہ استقبال کرنا پسند نہیں کرتے۔ عبدالرحمن ملک نے انڈیا میں اس بات کا اظہار کیا کہ میرے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں جس سے انڈیا کی بلوچستان میں دراندازی کے شواہد موجود ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ انڈیا نہیں چاہتا کہ پاکستان گادور پورٹ چلائے اور عالمی تجارتی منڈی میں فائدہ اٹھا سکے۔ ملک صاحب جب انڈیا پاکستان کی سالمیت کے درپے ہے اور پاکستان کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو پھر کیوں ہم نے اپنے کشمیری

مظالم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ بے رحم اور درندہ صفت بھارتی فوج نے ظلم کے نئے نئے حربے اور ہتھکنڈے ایجاد و اختیار کئے۔ انتہائی مہلک اور خطرناک ترین اسلحہ استعمال کیا۔ شہداء کے جنازوں پر بے رحمانہ فائرنگ کی گئی۔ 7 سال کے معصوم بچوں سے لے کر 80 سال کے قابل احترام بزرگوں کو شہید کیا گیا۔ جوانوں کے چہروں، جسم کے نازک اعضاء اور جسم کے جوڑوں کو تاک کر نشانہ بنایا گیا۔ جس سے سینکڑوں نوجوان ہمیشہ کے لئے اندھے، ابلج اور معذور ہو گئے۔ اس سے 250 کشمیری شہید ہوئے جن میں 16 خواتین اور 67 معصوم بچے شامل تھے۔ 2960 افراد گرفتار کئے گئے جن میں 12 خواتین اور کچھ صحافی شامل تھے۔ بھارتی فوج کی فائرنگ سے 7560 معصوم شہری زخمی ہوئے جن میں 60 خواتین، 40 بچے اور 12 صحافی شامل تھے اور 86 خواتین کی عصمت دری کی گئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جس دن مقبوضہ کشمیر آزاد ہوگا اور

برہمن کی انانیت، غرور اور تکبر کا بت کشمیر کے سنگلاخ پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگا وہ پاکستان کی تکمیل کا دن ہوگا

9/11 کے بعد نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ جو اصل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ تھی کی وجہ سے کشمیر ایشو کو بہت نقصان پہنچا۔ ہم نے امریکہ کو خوش کرنے کے لئے حصہ ڈال کر اپنے اصل مقدمہ کو بھلادیا۔ 9/11 کے بعد جب پاکستان امریکہ کا اتحادی بنا تو کہا گیا کہ ہم ملک بچانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ ہم اپنا کشمیر بچانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ ہم اپنا ایٹم بم بچانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں اور ہم نے پاکستان کو زبردست معاشی قوت بنانا ہے۔ اس لئے پالیسی تبدیل کی جا رہی ہے۔ پھر پاکستان اس اتحاد کا حصہ بن گیا مگر اب مسئلہ کشمیر محفوظ ہے اور نہ ہماری خودداری، ہماری معیشت کا حال تو سب کے سامنے ہے۔ کشمیر کی 17 سالہ تحریک کو اس وقت زبردست نقصان ہوا جب پاکستان اس جنگ میں شامل ہو گیا۔ امریکہ دھاڑتا ہوا افغانستان پر حملہ آور ہوا تو انڈیا نے امریکہ کو باور

بھائیوں کو ناراض کر کے انڈیا کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ میں انڈیا کی 8 لاکھ آرمی نے کشمیر میں کالے قوانین کشمیریوں پر لاگو کر رکھے ہیں۔ جس کو چاہیں قتل کریں، جس کا چاہیں گھر جلائیں اور جب چاہیں مسلمانوں کی ماؤں بہنوں کی عزتوں سے کھلیں، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ صرف 2010ء میں ہونے والے مظالم کے اعداد و شمار کچھ اس طرح ہیں کہ ایک سال میں ہونے والے مظالم نے گزشتہ 20 سالوں میں ہونے والے



چونکہ ان کا اصل مقصد بیسہ بن چکا ہوتا ہے تو اس کے لیے متعدد طریقوں سے عوام کو لوہا بٹاتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے اگر ایک چیز کی آپ کو کالج یا سکول میں سمجھ نہیں آ رہی ہو تو وہی چیز آپ کو اکیڈمی میں اسی استاد سے اچھے طریقے سے سمجھ آ جاتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ پروفیسری نیت میں فرق ہے۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے جب میں ایک سرکاری کالج میں پڑھتا تھا۔ ہمیں بھی اپنی تعلیمی ضروریات پوری کرنے کے لیے اکیڈمی میں پڑھنا پڑا۔ ایک دن کالج میں ریاضی کی کلاس پڑھ رہے تھے۔ ایک سوال کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ سوال سمجھنے کے لیے پروفیسر کے پاس گئے تو انھوں نے ہم سے سوال پوچھا کہ آپ ٹیوشن کس سے پڑھتے ہیں؟ تو ہم نے اکیڈمی کے ٹیچر کا نام لیا انھوں نے ہمیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ آپ اسی ٹیچر سے یہ سوال سمجھیں۔ ہمیں یہ الفاظ سن کر اپنی نشست پر واپس آنا پڑا۔

اکیڈمی کلچر کی ایک اور بڑی وجہ جس وجہ سے نوجوان طبقہ اکیڈمیز کا رخ کرتا ہے وہ ہے وہاں لڑکیوں اور لڑکوں کا مخلوط ماحول ہونا ہے جسے آج کل بطور کاروبار استعمال کیا جا رہا ہے۔ اکیڈمیز میں البتہ لڑکوں کو پڑھانے کے لیے تین اساتذہ کی خدمات بھی لی جاتی ہیں اور خصوصاً انتظامی امور جن کے بھی عورتوں کو ہی رکھا ہوتا ہے۔

ان سارے مسائل کا حل یہی ہے کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ اس پرتنجیدگی سے غور کریں اور بروقتی ہوئی آبادی کو ٹھوڑا خاطر رکھتے ہوئے جن علاقوں میں نئے کالجوں کی ضرورت ہے وہاں نئے کالج کھولے جائیں۔ جو کالج چل رہے ہیں ان کے معیار پر خاص توجہ دی جائے۔ ان کے اندر تمام مناسبت سہولیات مہیا کی جائیں اور آبادی کے پیش نظر جن کالجوں کی توسیع ہو سکتی ہو لازمی کی جائے۔ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں ایسے استاذہ جو کہ طلباء کو تعلیم کے نام پر ہراساں کر رہے ہیں اور پیسے بٹور رہے ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ عملے کی طرف سے جو خرابیاں ہیں ان کو دور کیا جائے۔ مرکزی سطح پر ایک خاص کمیٹی تشکیل دی جائے جو کہ ان سرکاری اداروں کو کنٹرول کرے اور ان کے انتظام و انصرام پر توجہ دے اور ان چالوں سے بچنے کے لیے آگاہی پروگرام کیے جائیں تو انشاء اللہ طلباء میں محنت کی تڑپ آ جائیگی اور دوسرے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

(اکیڈمیز کے بڑھتے ہوئے اس رجحان کی ایک اور بڑی وجہ بے روزگاری بھی ہے۔ ہمارے ہاں جو کوئی MA یا BA کر لیتا ہے۔ تو اسے اپنی تعلیمی صلاحیت کے مطابق کوئی نوکری نہیں ملتی اس صورت میں وہ روزگار چلانے کے لیے ٹیوشن سینٹر کھول لیتا ہے۔ اس کا رو بار کو پڑھے لکھے لوگ سب سے آسان سمجھ کر اختیار کر لیتے ہیں۔ جسے کہیں جگہ نہیں ملتی وہ اپنے گھر کی بیٹھک میں اکیڈمی کھول کے ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیتا ہے۔)

بھارتی کورٹ کا جو فیصلہ پہلے آیا وہ یہ تھا کہ عمر قید کی سزا کے ساتھ جو قید ڈاکٹر قاسم قتلوانے پہلے کاٹ لی ہے وہ شامل ہوگی۔ لیکن کورٹ کا جو فیصلہ دوبارہ آیا ہے اس میں ڈاکٹر کو تا عمر سزا دی گئی۔ بھارتی حکومت نے صرف عمر عبداللہ کو خوش کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کیونکہ وزیر اعلیٰ عمر عبداللہ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر قاسم کو عمر بھر جیل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ قابل ذکر بات یہ ہے کہ کشمیر کے سینکڑوں قیدی ایسے ہیں جو اپنی سزائیں مکمل کر چکے ہیں لیکن ابھی بھارتی جیلوں میں گل سڑ رہے ہیں اور جو چند قیدی رہا ہو کر آ رہے ہیں ان کا کہنا کہ انڈیا قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ اپناتے ہوئے ہے۔

اقوام متحدہ جو اپنے آپ کو دنیا کا نمائندہ کہتی ہے اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے پاس جو سب سے پرانا مسئلہ جو پیش ہوا وہ

کر دیا کہ ہمارا تمہارا مسئلہ ایک ہے۔ تمہیں افغانستان کے دہشت گردوں سے خطرہ ہے اور ہمیں کشمیر کے دہشت گردوں سے خطرہ ہے اور یہ مسلمان ہر ملک میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔

انڈیا کبھی بھی اصل ایٹھ کو دنیا کے سامنے نہیں آنے دیتا۔ اس کے حکومتی افراد اپنی چکنی چپڑی باتوں اور دشمن اسلام و پاکستان میڈیا کے ذریعے دنیا کو اپنی مظلومیت باور کرواتے ہیں۔ 26/11 کا ایک واقعہ بمبئی میں ہوا۔ اس کے بعد انڈیا نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ پاکستان کے ساتھ کوئی مذاکرات ہوں ان کے وزیر ہمارے پاس آئیں یا ہمارے ان کے پاس جائیں۔ اقوام متحدہ کا پلیٹ فارم ہو یا سارک اور دولت مشترکہ کے فورم ہوں۔ انڈیا نے اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے ہمیشہ یہ کہا کہ مذاکرات تب ہوں گے جب 26/11 کے ملزموں کے خلاف کارروائی ہوگی اور ان

صرف 2010ء میں ہونے والے مظالم کے اعداد و شمار کچھ اس طرح ہیں کہ ایک سال میں ہونے والے مظالم نے گزشتہ 20 سالوں میں ہونے والے مظالم کو پیچھے چھوڑ دیا

کشمیر کا مسئلہ ہے۔ لیکن اقوام متحدہ اس کا آج تک کوئی حل نہیں نکال سکی۔ اگر انڈونیشیا ہو تو فوراً فیصلہ ہوتا ہے اور مشرقی تیمور کے نام سے عیسائی ریاست معرض وجود میں آتی ہے جبکہ یہاں فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق اور برما کے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اس پر نہ اقوام متحدہ پر کوئی فرق آتا ہے اور نہ سلامتی کونسل حرکت میں آتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اقوام متحدہ کا ادارہ کافروں کا ہی پروردہ ہے جو مسلمانوں پر ظلم و ستم کو قانونی شکل مہیا کرتا ہے۔

ہمیں ان حقائق کو سمجھنا ہے اور کشمیری عوام اور اس کی قیادت کے جذبات کی ترجمانی کرنی ہے۔ یکم جنوری کا دن ہمیں اسی بات کی یاد دلاتا ہے۔ کشمیری پاکستان اور اسلام سے کتنی محبت کرتے ہیں اس کا صرف ایک واقعہ جب 2008ء میں شرائن بورڈ کا مسئلہ کھڑا ہوا تو سید علی گیلانی نے محترم حافظ محمد سعید کو متبوضہ کشمیر سے مٹی کی ایک بوتل اس پیغام کے ساتھ بھجوائی: ”یہ مٹی شہداء کے خون میں گندھی ہوئی ہے۔ اس مٹی میں شہیدوں کے خون کی خوشبو رچی بسی ہے۔ ہم پاکستانی قوم کو یقین دلاتے ہیں ہم شہداء کے خون سے بے وفائی نہیں کریں گے۔ ہم پاکستانی قوم اور حکمرانوں سے بھی امید رکھتے ہیں کہ وہ آزادی کی کٹھن منزل اور خاردار راہوں میں ہمیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔“

☆.....☆.....☆

ملزموں کو پاکستان نے اپنے ملک میں پناہ دے رکھی ہے اور انڈیا نے وہ ظلم جو کشمیر میں اس کے فوجی ڈھارے ہیں، آسام و گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام اور پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنانے کے ایٹھ کو کبھی زیر بحث نہیں آنے دیا۔

پاکستان کے سارے حکمران اور سیاستدان انڈیا کے اصل چہرے کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کر پاتے۔ دوسری طرف محبت وطن اور مسلمانوں کی مظلومیت کی بات کرنے والے پروفیسر حافظ محمد سعید کو انڈیا اپنا اصل دشمن سمجھتا ہے کیونکہ حافظ صاحب انڈیا کے اصل چہرے کی نقاب کشائی کرتے ہوئے پاکستانیوں اور دنیا کے سامنے اصل حقائق رکھتے ہیں۔ ابھی پاکستان کے وزیر داخلہ عبدالرحمن ملک انڈیا کا دورہ کر کے آئے۔ جو سوال انڈین میڈیا کے لوگوں اور عہدیداروں نے بار بار دہرایا وہ حافظ محمد سعید کی گرفتاری ہے۔ وزیر داخلہ نے کہا کہ اگر تم حافظ سعید کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرو تو میں ادھر انڈیا میں بیٹھے حافظ سعید کو گرفتار کروادوں تو انڈیا کوئی ٹھوس ثبوت اور شواہد پیش نہ کرے گا۔

انڈیا اپنی چال گیلیائی پالیسی پر گامزن ہے۔ ایک طرف وہ دنیا کے سامنے مظلوم بنا ہوا ہے اور دوسری طرف کشمیری عوام اور کشمیری قیادت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ اس کی ایک مثال تحریک آزادی کی سرگرم لیڈر خاتون آسیہ اندرابی جس کے شوہر ڈاکٹر قاسم قتلوانے کو پچھلے بیس سالوں سے جیل میں ڈالا ہوا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ
اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سورہ سبأ: 28)

حضور ﷺ آئے تو مہکے جہانِ حرف و قلم

مدح نبی ﷺ میں پڑھے جانے والے عربی اشعار کا منفرد مجموعہ

صاحب کتاب ”الصحابة رضی اللہ عنہم“ نے یہ بات نقل کی ہے کہ بنوہب کا ایک آدمی جس کا نام ابولہب تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کے نبی ﷺ! ہم نے آپ کی بعثت کے متعلق پہلے ہی جان لیا تھا۔ ایک دن ہم اپنے کاہنِ خطر بن مالک کے پاس حاضر ہوئے جو سب کاہنوں کا اُستاد تھا۔ اس کی عمر 280 برس تھی۔ اس سے کہا کہ ہم ستاروں کے ٹوٹنے سے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں ہمیں ان کے متعلق کچھ بتائیں۔ وہ کہنے لگا کل سحری کے وقت آنا۔ چنانچہ اگلی صبح جب سحری کے وقت ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ آسمان کی طرف گھور رہا تھا تو تھوڑی دیر بعد آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ٹوٹا تو کاہن اور انچی آواز سے چیخنے لگا پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

اقسمت بالکعبہ والارکان

والبد المومن السدان

”میں کعبہ اور اس کے ارکان کی اور اس شہر کی جس کے خادم بہت امانت دار ہیں قسم کھا کر کہتا ہوں“

قد منع السمع عتاة الجان

بثاقب بکف ذی سلطان

”شریر جنوں کو آسمانوں کی باتیں سننے سے منع کر دیا گیا ہے ایک چمکدار ستارے کے ذریعے جس کو طاقت و رفعت اپنے

ہاتھ سے پھینکتا ہے“

من اجل مبعوث عظیم الشان

یبعث بالتنزیل والقران

”ایک عظیم الشان نبی کی وجہ سے جو

اللہ کی طرف سے نازل شدہ قرآن

ثمال الیتامیٰ عصمتہ الأرامل

”وہ روشن رو ہے اس کے چہرے کے سب بادل سے بارش کی دعا کی جاتی ہے یتیموں کی جائے پناہ ہے اور بے کسوں کا سہارا ہے“.....

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل توحید کی ایک جماعت گزری ہے جو قیامت کے دن سب انسانوں کے زندہ ہونے کی قائل تھی۔ چونکہ یہ لوگ گھجلی آسانی کتابوں میں احمد مرسل ﷺ کی آمد کے تذکرے سنتے تھے لہذا نبوت محمدی ﷺ کے منتظر تھے کہ کب وہ آخری نبی نبوت کا اعلان کریں اور ہم ان پہ ایمان لائیں۔ انہیں میں سے ایک ابو کرب

مسعود احمد غازی



اسعد حمیری تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ سے کئی سو سال پہلے آپ ﷺ پہ ایمان لائے تھے اور مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

شہدت علی احمد انه

رسول من الله نادى التسم

”میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد ﷺ روحوں کو پیدا کرنے والے خدا کے رسول ہیں“

زبرقان بن بدر کے جواب میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار نے سننے والوں کے دلوں کی کیفیت بدل دی۔ ”یہ کس قدر معزز قوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس کے ایک فرد ہیں جبکہ دیگر لوگوں کی خواہشات اور جماعتیں متفاوت و متفرق ہیں“

لے کر آیا ہے“

فلو مد عمری الی عمرہ

لکن توذیرا الہ وابن عم

”اگر میری عمر نے آپ ﷺ کی زندگی تک وفا کی تو میں

آپ ﷺ کا وزیر اور بچا زاد بھائی ہوں گا“

وبالہدیٰ وفاصل الفرقان

تبطل عبادة الاوثان

”وہ ہدایت اور فرقان لے کر آیا ہے جس سے بتوں کی

ہر دور کے اہل قلم حساس طبیعت واقع ہوئے اور کسی بھی اہم اور غیر معمولی واقعہ پر بہترین زبان دانی کے جوہر دکھائے بغیر نہ رہ سکے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ کی بعثت کائنات کا سب سے اہم واقعہ ہے اور محمد عربی ﷺ کی ذات غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

محمد عربی ﷺ کی بعثت کے بعد جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی انسانیت جاگ اٹھی۔ فکرِ انسانی کی تنویریں جگمگا اٹھیں۔ آپ ﷺ کے بعد ہی ظلم و فساد سے بھری ہوئی زمین پہ امن قائم ہوا اور بے چینی و بے قراری کی جگہ دلوں نے سکون و قرار حاصل کیا۔ اسی مقصد کے لیے اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کا انتخاب کیا۔ صحیح مسلم میں وائل بن اسحق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اسلعلی علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم اور ان سے مجھ کو منتخب کیا ہے“ (صحیح مسلم: 6077)

محمد عربی ﷺ کی عزت و شرف کے کیا کہنے کہ بچپن سے ہی لوگوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے۔ ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں قحط آگیا۔ لوگ سخت پریشان تھے۔ قریش ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات کا شکوہ کرتے ہوئے بارش کی دعا کے لیے کہا۔ چنانچہ ابو

طالب ایک چاند جیسے نوجوان کو لے کر نکلے جیسے وہ ابھی ابھی سیاہ بالوں کے حلقہ سے برآمد ہوا ہو۔ ابو طالب نے اس کی کمر کعبہ کی دیوار سے لگا دی اور بارش کی دعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے

چاروں طرف بادل گھر آئے اور خوب بارش ہوئی میدانوں میں سیلاب آگیا اور جنگل سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اس کے بعد ابو طالب نے اپنا وہ مشہور شعر کہا۔

وابيض یستقی الغمام بوجهہ

پوجا باطل ہو جائے گی“

یہ باتیں کہنے کے بعد اس پے غشی طاری ہو گئی اور تین راتیں گزرنے کے بعد ہوش آیا اور کہا: لا الہ الا اللہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایک نبی جیسی بات کہی ہے اور وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت کے قائم مقام ہوگا۔۔۔

سودا بن زید بن قارب ایسے شخص تھے جن کو ان کے ہمراہ جن نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر دی تھی

پھر وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب

دوس قبیلہ میں قتلہ ارتداد نے سر اٹھایا تو سواد بن زید نے ان کو نصیحت کی اور سمجھایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا

ہے، تم بھی اس کو پسند کرو۔ قوم نے ان کی بات تسلیم کی۔ اس کے بعد سواد بن زید بن قارب نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور کچھ

جانے کے غم میں مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

أبقى لنا فقد النبي محمد ﷺ
صلی اللہ علیہ ما یعتاد

”اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں بھیجے جو وہ بھیجا کرتا ہے۔ تیری بقا کی قسم ہمارے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کے انتقال نے

.....

حزننا لعمرک فی الفؤاد مخامرا
وہل لَمَن فقد النبی فؤاد

”دل میں بیوست ہونے والا غم چھوڑا ہے بھلا جس نے نبی اکرم ﷺ کو گم پایا اس کے لیے دل کہاں“

کننا نحلّ بہ جننا ممرعا
جفت الجناب فأجذب الرّواد

”ہم ان کے ہوتے ہوئے ایک سرسبز شاداب وادی میں اترے ہوئے تھے۔ اب وادی خشک ہو گئی اور آب و دانہ کے

متلاشی قحط زدہ ہیں“

فبکت علیہ ادفنا و سماؤنا
وتصدعت وجذابہ الاکباد

”اس پر ارض و سماء رور ہے ہیں اور اس کے غم میں جگر پارہ پارہ ہو گئے ہیں“

کان العیان هو الطّرف و حزنہ
باق لعمرک فی النفوس تلاد

”گو یا کہ وہ شخص مجسم تعریف ہے اس کا غم تیری عمر کی قسم

لوگوں میں جڑواں بھائیوں کی طرح باقی ہے“

ان النبی وفاته کحیاتہ
الحق حقّ والجهاد جهاد

”نبی ﷺ کی وفات ان کی زندگی کی طرح سبق آموز ہے حق حق ہے اور جہاد جہاد ہے“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حسان بن علیؓ کے اشعار سے بڑھ کر

ایچھے شعر کبھی نہیں سنے جو انہوں نے ابوسفیان کے جواب میں کہے۔ جب میں

ان کے یہ اشعار پڑھتی ہوں تو ان کے لیے جنت کی اُمید کرتی ہوں

لوقیل تغدون النبی محمد ﷺ
بذلت له الاموال والاوлад

”اور اگر کہا جاتا کہ تم نبی محمد ﷺ پر کچھ قربان کرو تو ان پر سب مال اور سب اولاد قربان کی جاتی“

وتسارعت فیہ النفوس ببذلها
هذا له الاغیاب و الاشهاد

”میں نے اللہ تعالیٰ کے امین کو دیکھا ہے جو میرے سامنے ایسی کامل صورت میں آئے جو بڑی ہیبت ناک تھی“

ثم استمر فکان الخوف یذعولی
مما یسلم ماحولی من الشجر

”پھر وہ چلے گئے اور مجھے اپنے ارد گرد کے درختوں سے سلام سن کر ڈر لگتا ہے“

وسوف أبلیک ان أعلنت دعوتہ
من الجهاد وبلا من ولا کدر

”اگر دعوت و جہاد کا اعلان ہوا تو میں آپ ﷺ سے ایسا بھرپور تعاون کروں گا جس میں نہ کوئی احسان ہوگا اور نہ ہی کسی طرح کی پریشانی.....

حمزہ بن علیؓ نے عبدالمطلب نے جب اسلام قبول کیا تو دین حمید اور احمد مرسل ﷺ کے حوالے سے

مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

اذا تلّیت رسائلہ علینا
تحدّرد مع ذی اللبّ الحصیف

”جب اس دین کے پیغامات ہم پہ پڑھے جاتے ہیں تو کامل عقل آدمی کے آنسو بہہ نکلتے ہیں“

واحمد مصطفیٰ ﷺ فینا مطاع
فلا تغشوا بالقول العنیف

”اور محمد مصطفیٰ ﷺ ہم میں واجب اطاعت ہیں کوئی شخص ان سے سخت بات کہنے کی جرات نہ کرے“

”مگر حاضر اور غائب جانوں کا فدا ہونا ہمارے نبی ﷺ

کو واپس نہیں لاسکتا اور اگر کوئی چیز آپ ﷺ کا فدیہ بن سکتی تو سواد

ضرور آپ ﷺ کا فدیہ بن جاتا“

رسول اکرم ﷺ جب عمار حارث میں جبرائیل علیہ السلام سے پہلی ملاقات کے بعد گھر لوٹے تو آپ ﷺ کی پریشانی دیکھ کر

خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے جب سارا معاملہ سنا اور رسول اکرم ﷺ کے نورانی چہرے کو

اپنی آنکھوں سے دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہی آخری نبی ہیں۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

بأنّ احمد ﷺ یتاہ فیخبرہ
جبریل انک مبعوث الی البشر

”احمد مرسل ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ ﷺ کو نبی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہے“

انی رایت امین اللہ وجھنی
فی صورۃ کملت فی اھب الصور

”میں نے اللہ تعالیٰ کے امین کو دیکھا ہے جو میرے سامنے ایسی کامل صورت میں آئے جو بڑی ہیبت ناک تھی“

ثم استمر فکان الخوف یذعولی
مما یسلم ماحولی من الشجر

”پھر وہ چلے گئے اور مجھے اپنے ارد گرد کے درختوں سے سلام سن کر ڈر لگتا ہے“

وسوف أبلیک ان أعلنت دعوتہ
من الجهاد وبلا من ولا کدر

”اگر دعوت و جہاد کا اعلان ہوا تو میں آپ ﷺ سے ایسا بھرپور تعاون کروں گا جس میں نہ کوئی احسان ہوگا اور نہ ہی کسی طرح کی پریشانی.....

حمزہ بن علیؓ نے عبدالمطلب نے جب اسلام قبول کیا تو دین حمید اور احمد مرسل ﷺ کے حوالے سے

مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

اذا تلّیت رسائلہ علینا
تحدّرد مع ذی اللبّ الحصیف

”جب اس دین کے پیغامات ہم پہ پڑھے جاتے ہیں تو کامل عقل آدمی کے آنسو بہہ نکلتے ہیں“

واحمد مصطفیٰ ﷺ فینا مطاع
فلا تغشوا بالقول العنیف

”اور محمد مصطفیٰ ﷺ ہم میں واجب اطاعت ہیں کوئی شخص ان سے سخت بات کہنے کی جرات نہ کرے“

”مگر حاضر اور غائب جانوں کا فدا ہونا ہمارے نبی ﷺ

فلا والله لا نسلمه لقوم

ولما نقض فيهم بالسيوف

”اللہ کی قسم! ہم آپ ﷺ کو کسی قوم کے حوالے نہیں کریں گے حالانکہ ہم نے ابھی تک ان کے بارے میں تلواروں کا فیصلہ نہیں سنا.....“

ابن ہشام نقل کرتے ہیں کہ اُشی، جس کا نام میمون بن قیس بن ثعلبہ تھا اسلام قبول کرنے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں رسول اکرم ﷺ کی مدح میں چند اشعار کہے۔

وآلیت لا آوی لها من كلاله

ولا من حفي حتى تلاقي محمد

اور میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک وہ (اُشی) محمد ﷺ کے دربار میں نہیں پہنچی میں تھک جانے اور پیروں کے گھس جانے پر بھی اس پر رحم نہیں کروں گا۔

متى ماتنا خي عند باب ابن هاشم

تراحي وتلقى من فواضله ندى

اے میری ناقہ! جب تو ابن ہاشم کے دروازے پہ جا بیٹھے گی تب تجھے آرام ملے گا اور اس کے بڑے بڑے عطیات سے نوازی جائے گی۔

نبی یری ملا یرون و ذکره

أغار لعمری فی البلاد وأنجد

”وہ نبی ﷺ برحق ہے، وہ وہ چیز دیکھتا ہے جس کو دوسرے نہیں دیکھتے، میری زندگی کی قسم! اس کی شہرت اور نیک نامی ملک کے زیریں اور بالائی حصوں میں پھیل گئی ہے“

مگر یہ شخص اسلام کی نعت سے محروم رہا اور کسی قریشی مشرک کے بہکانے پہ واپس چلا گیا.....

جب مدینے کے حالات کچھ خراب ہوئے تو کچھ

لوگ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار سے بڑھ کر اچھے شعر کبھی نہیں سنے جو انہوں نے ابوسفیان کے جواب میں کہے۔ جب میں ان کے یہ اشعار پڑھتی ہوں تو ان کے لیے جنت کی امید کرتی ہوں۔

هجوت محمدًا فأجبت عنه

وعند الله في ذاك الجزاء

”تو نے محمد ﷺ کی جہوکی اور میں نے اس کا جواب دیا

اور اس کے بدلہ کی اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں“

أشتمته ولست له بكفء

فشر كما لخير كما الفداء

”کیا تو آپ ﷺ کو گالی دیتا ہے حالانکہ تو ان کے برابر نہیں۔ اللہ کرے تم دونوں میں بدتر تم دونوں میں بہتر پر قربان ہو جائے“

رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف ضرور بیان کی جائے مگر یہ بھی خیال رکھا جائے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پس پشت نہ ڈال دیا جائے

لگا ہوں“

فان ابی ووالده وعرضی

لعرض محمد ﷺ منکم وقاء

”بلاشبہ میرا باپ میرا دادا اور میری عزت تمہاری جہو کے مقابلے میں محمد ﷺ کی عزت کے لیے ڈھال ہے“

لسانی صارم لا عیب فیہ

وبحری لا تکدره الدلاء

لعمرك انی يوم أحمل رأیة

لتغلب خیل الات خیل محمد ﷺ

”تیری عمر کی قسم! میں نے جس دن اس لیے جھنڈا اٹھایا کہ محمد ﷺ کے لشکر پر لات کا لشکر غالب آجائے“

لكالمد لج الحیران اظلم لیلہ

فهذا أوانی حین اهدی واهتدی

”اس وقت میں رات کے مسافر کی طرح تھا جو اندھیروں میں ٹامک ٹوٹیاں مارتا ہے۔ اب مجھے سیدھا راستہ نظر آ گیا ہے اور میں اس پر چلنے

هدانی هاد غیر نفسی فدلنی

الی اللہ طردته کل مطرد

”مجھے کسی راہنما نے راستہ پر ڈال دیا ہے اور اللہ کی راہ پر چلنے کی مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس کو میں نے وطن سے نکال باہر کیا تھا.....“

جب ہوازن کے لوگ حلقہ گوش اسلام ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے قیدی واپس کر دیئے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا مالک بن عوف نصری کہاں ہے۔ انھوں نے کہا وہ بنو ثقیف کے ساتھ طائف میں رہتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو خبر دو اگر اسلام قبول کر لے تو اس کے تمام قیدی واپس کر دوں گا اور اسے سو اونٹ انعام دوں گا۔ چنانچہ وہ آیا اور مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی مدح میں چند اشعار کہے۔

مان سمعت ولا رأیت بمثلہ

فی الناس کلہم کمثل محمد ﷺ

”میں نے سب لوگوں میں محمد ﷺ جیسا آدمی نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے“

أوفی وأعطی للجزیل اذا جتدی

واذا نشاء یخبرك عَمَّا فی غد

”یہ جب سخاوت کرتے ہیں تو بہت بڑا عطیہ دیتے ہیں اور اگر تم چاہو تو تمہیں آئندہ کے واقعات سنا دیں گے“

واذا الکتیبه عودت أنیا بها

بالسمھری وضرب کل مھند

”جب کوئی لشکر غصے سے اپنے دانت پیٹتا ہے اور سمہری نیزے اور فولادی تلوار سے حملہ کرتا ہے“

”میری زبان قاطع تلوار ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں اور میرے اشعار نحر موج ہیں جس کو پانی نکالنے والوں کے ڈول گدلہ نہیں کر سکتے“

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے بعد دشان مقدس میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار مسطور ہیں۔

فَكَانَ هَٰذَا عَلَىٰ أَشْبَالِهِ

وسط الهباءة خادر في مرصد

”تو آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو اسی طرح بچاتے ہیں جس طرح جنگل میں چھپا ہوا شیر اپنے بچوں کو بچاتا ہے“

رسول اکرم ﷺ جب طائف سے واپس آئے تو بحیر بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کعب بن زہیر جو کہ مشہور شاعر تھا کو اسلام کی دعوت دی بالآخر وہ اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوا اور خدمت نبوی ﷺ میں اپنا مشہور اور معروف قصیدہ پیش کیا۔

إِنَّ الرُّسُولَ ﷺ النُّورُ يَسْتَضَاءُ بِهِ

مَهْدٌ مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوكٌ

”بے شک اللہ کے رسول ﷺ ایسا نور ہیں کہ جس سے

راہ حق تلاش کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلواروں

میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار ہیں“

من سره كرم الحيوة فلا يزل

في منقب من صالحى الانصار

”جسے باعزت زندگی بسر کرنا

خوشگوار معلوم ہوتا ہے اسے چاہیے کہ انصار

کے صالح مجاہدین سواروں کے ساتھ رہے“

المكهر هين السّمهرى بأذرع

كسوف الهندى غير قصار

”یہ اپنے ہاتھوں سے سمہری نیزوں کو جو لمبی لمبی ہندی

تلواروں کے کناروں کی طرح ہیں خوب چلاتے ہیں“

والبائعين نفوسهم لنبيهم

للموت يوم تعانق و كوار

”جنگ و جدل کے دن وہ اپنی جانوں کو اپنے نبی ﷺ کی

حفاظت کے لیے موت پر پیش کر دیتے ہیں۔

جب کعب رضی اللہ عنہ نے پہلا شعر پڑھا تو رسول اللہ ﷺ نے

اپنی چادر جو اوڑھ رکھی تھی ان پر پھینک دی....

محرم 9 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بنو تمیم کی

طرف روانہ کیا جو وہاں سے مال مویشیوں سمیت مردوں، عورتوں

اور بچوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ پھر بنو تمیم کے سردار مدینہ

آئے اور رسول اللہ ﷺ سے مجلس ہوئی۔ انھوں نے عطارد بن

حاجب کو اپنا ترجمان بنایا اس نے کلام پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ

کی طرف سے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شاس نے جواب دیا اور ان پر

غالب رہے۔ پھر بنو تمیم کا شاعر زہیر بن بدر کھڑا ہوا اور اپنا کلام

پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جواب دینے

کے لیے بلایا۔ جو یہ اشعار پڑھتے ہوئے آئے۔

منعنا رسول ﷺ الله اذا حل وسطنا

على أنف راض من معدور اغم

”جب رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے تو بنو معد کے علی الرغم نے آپ ﷺ کی حفاظت و حمایت کی ہے“

ونحن ضربنا الناس حتى تتابعو

على دينهم بالمرهفات الصوارم

”ہم نے قاطع تلواروں کے ساتھ لوگوں کو مارا کہ وہ پے

درپے آپ ﷺ کے دین کی اتباع کرنے لگے“

اكرم بقوم رسول ﷺ الله شيعتهم

اذا تفاوتت الأهواء والشيع

”یہ کہ قدر، معزز قوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس کے

ایک فرد ہیں جبکہ دیگر لوگوں کی خواہشات اور جماعتیں متفاوت و

شکریہ جلالا نا واجب ہے“

ہمدان کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لایا۔ ان میں ایک شخص مالک رضی اللہ عنہ بن عطاء تھا جو بزاز زبان دان تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا۔

بأن رسول الله فينا مصدق

رسول اتى من عند ذى العرش مهتد

”ہم اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ

رب عرش کے ہدایت یافتہ الٹی ہیں“

فما حملت من ناقة فوق رحلها

أبروا وفي ذمة من محمد ﷺ

”آج تک کسی اونٹنی نے محمد ﷺ سے بڑھ کر نیک سلوک

کرنے والا عہد کا پکا کوئی آدمی اپنی زین پر سوار نہیں کیا“

وأعطى اذا ما طالب العرف جاءه

وأمضى بحد المشرفى المهند

”نیز جو سائل کے آنے پر ان سے بڑھ کر

دینے والا اور مشرفی قاطع تلوار کی دھار سے

زیادہ سرعت کے ساتھ اپنے عزم کو جامہ

پہنانے والا ہو“

محمد عربی ﷺ کی مدح میں ہر زبان میں بہت سے لوگوں

نے مختلف انداز سے طبع آزمائی کی ہے۔ آپ ﷺ کی محبت

ہمارے ایمان کی بنیادی شرط ہے اور یقیناً اسی محبت کی وجہ سے ہر

مسلمان آپ ﷺ کی مدح اور تعریف بیان کرتا ہے لیکن اس کے

ساتھ سوچنے والی بات بھی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے دو پہلو

ہیں ایک صورت رسول ﷺ اور دوسری سیرت رسول ﷺ۔ ان

دونوں میں اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی

تعریف و توصیف ضرور بیان کی جائے مگر یہ بھی خیال رکھا جائے کہ

اس میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پس پشت نہ ڈال دیا جائے۔

”لقد كان لكم في رسول الله اسوة

الحسنة. (سورہ احزاب)

اس کا مطلب ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صورت کو بھی

اپنانا ہے اور سیرت کو بھی۔ مگر آج دیکھنے میں یہ آیا کہ مدح

رسول ﷺ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے والے غالباً صورت

رسول ﷺ کو بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ ان کا ظاہر رسول اللہ ﷺ

جیسا نہیں ہوتا اور باقی معاملات بھی سنت کے خلاف ہوتے ہیں۔

پھر دوسرا بہت بڑا مسئلہ مبالغہ آرائی کی جاتی ہے جس میں شرک سے

بھی اجتناب نہیں کیا جاتا۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان

کرنی ہے مگر اس حد تک جہاں تک شریعت ہمیں اجازت دیتی

ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں رسول اللہ ﷺ کی صورت اور سیرت

دونوں سے محبت کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بنو تمیم کے ایک سردار نے کہا۔ یہ آدمی اللہ کا پیغمبر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا

خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ صلاحیتیں رکھتا ہے اور اس کا شاعر ہمارے

شاعر سے زیادہ قادر الکلام ہے اور ان کی آوازیں بھی زیادہ شیریں ہیں

متفرق ہیں“

فأنهم أفضل الأحياء كلهم

إن جدًا بالناس جدًا القول أو سمعوا

”بلاشبہ وہ سب کے سب تمام قبائل میں بہترین لوگ ہیں

کیونکہ لوگوں میں سے بافضیلت وہ ہوتے ہیں جو خوش طبع ہوں اور

جن کی گفتگو دلآویز ہو“

یہ سننے کے بعد بنو تمیم کے ایک سردار نے کہا۔ یہ آدمی اللہ کا

پیغمبر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ

صلاحیتیں رکھتا ہے اور اس کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ قادر

الکلام ہے اور ان کی آوازیں بھی زیادہ شیریں ہیں۔ لہذا وہ لوگ

مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ نے ان کو عمدہ تحائف دیئے اور ان کا

مال واپس کر دیا....

جب رسول اکرم ﷺ ہجرت کے دوران مدینہ کے قریب

پہنچے تو لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے باہر نکلے۔ عورتیں بچے

اور لونڈیاں بھی خوشی میں یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

طلع البدر علينا

من ثنات الوداع

”ہم پر شینۃ الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے“

وجب الشكر علينا

ما دعا لله داع

”جب کوئی دعا کرنے والا اللہ سے دعا کرے ہم پر اس کا



اعلیٰ تعلیمی اداروں پر حکومتی وار



سائنس و ٹیکنالوجی کی تعلیم کے لئے کوشاں HEC..... جعلی اور مشکوک ڈگریوں والے نااہل حکمرانوں کے نشانے پر

کے برابر ہی اسناد دی گئی تھیں۔ HEC نے اس رجحان کو تبدیل کر کے انچرل سائنسز اور انجینئرنگ کے شعبہ جات میں Ph.D وظائف کی پیشکش کی۔

2011ء میں HEC نے ملک میں پہلی دفعہ سوشل سائنسز کے فروغ اور سوشل سائنسز کی ناگفتہ بہ صورت حال پر خصوصی توجہ دی۔ کیونکہ سوشل سائنسز پر توجہ مرکوز کئے بغیر سماجی فلاح و بہبود کا حصول ممکن نہیں۔ اسی بناء پر HEC نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی۔ لیکن ان سارے کاموں کے باوجود کچھ عرصے سے HEC شدید تنقید اور سیاسی دباؤ کا شکار ہے۔ حالیہ حکومت نے اپنے قیام کے ساتھ ہی سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق اعلیٰ تعلیمی اداروں کو نہایت منظم طریقے سے برباد کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ ادارے جو ملک کی معیشت اور دفاع کی ترقی میں معاون اور انفرادی قوت کی فراہمی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کام دے سکتے تھے انہیں ملک کے مستقبل کے لیے غیر ضروری قرار دیا گیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مختص بجٹ میں 50% کمی کر دی گئی۔

نیشنل ایجوکیشن پالیسی میں حکومت نے اعلان کیا تھا کہ 2015 تک GDP کا 7% حصہ تعلیم پر خرچ ہوگا جس کا پانچواں حصہ اعلیٰ تعلیم کے لیے مختص کیا گیا تھا۔

2009 میں صرف 2.5 فیصد جبکہ 2010-11 میں صرف 2.1 فیصد مختص کیا گیا اور اب ہم اپنی GDP کا صرف 1.8 فیصد تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم 2015 تک اپنے ہدف کو پورا کر سکیں گے۔ بلکہ یہ بڑھنے کے بجائے نیچے آ رہا ہے۔ اسی طرح وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کا ترقیاتی بجٹ جو 2002 میں 6 ارب روپے تھا اس بجٹ کی بتدریج کٹوتی اس طرح کی گئی یہ فنڈ 60 کروڑ روپے رہ گیا اور اپنے اصل بجٹ کا محض 10 فیصد ہو گیا۔

(باقی صفحہ 34 پر)

یونیورسٹیوں میں 330,000 طلباء زیر تعلیم تھے۔ اس وقت طلباء کی تعداد 1,000,000 سے تجاوز کر چکی ہے۔ معاشی طور پر تنگ دست طلباء کے لئے 8000 وظائف کا انتظام کیا گیا۔ 10000 مقامی اور بیرونی وظائف طلباء کو دیئے گئے۔ HEC کے قیام کے بعد 4850 طلباء نے Ph.D کی اسناد حاصل کیں جبکہ قبل

محمد احسن UOS



ازیں 55 سالوں میں صرف 3291 افراد ہی Ph.D تک رسائی حاصل کر سکے۔

2002ء سے 2012 تک بین الاقوامی ریسرچ پبلیکیشنز میں آٹھ گنا اضافہ ہوا یعنی پبلیکیشنز کی تعداد 816 سے بڑھ کر 6300 تک پہنچ گئی۔ اس دہائی میں بین الاقوامی گلوبل ریسرچ میں پاکستان کی طرف سے تین گنا اضافہ ہوا۔ اس وقت HEC سے منظور شدہ 164 رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ Ph.D اور M Phill کے حصول کے لئے ایک واضح معیار مقرر کر دیا گیا ہے۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں سے بہترین صلاحیت کے حامل افراد کے

کسی بھی قوم کی ترقی و استحکام میں تعلیم کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ تعلیم کے باعث بھیڑ بکریوں کی مانند بکھرے معاشرے کے لوگ باصلاحیت اور باشعور قوم کا روپ دھارتے ہیں۔ اسلام نے تعلیم کو اس قدر اہمیت دی کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر تعلیم کا حصول لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ نے جب جہاد فی سبیل اللہ کے ثمرات سمیٹنے کا موقع آیا تو مسلمانوں کو تعلیم دینا بدر کے قیدیوں کا فدیہ ٹھہرایا۔ اب جب ہمارا دین تعلیم کو اس قدر اہمیت دیتا ہے تو پھر ہم بحیثیت مسلمان تعلیم کے میدان میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟

بالخصوص اعلیٰ تعلیمی ادارے انسانی مہارتوں کو فروغ دیتے ہوئے آج کل کے دور میں جہاں علم کی حکمرانی ہے، مقابلے کی صلاحیتوں کو پیدا کرتے ہیں۔ خوشحالی یا غربت، عروج یا زوال کا انحصار قوم کی عقلی و فکری بنیادوں پر استوار ہے۔ اس نقطہ نظر سے قوموں کی تقدیر بنانے میں اعلیٰ تعلیمی ادارے اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ عمومی طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ کم پڑھے لکھوں کی نسبت بہتر روزگار اور زیادہ کمائی حاصل کر پاتے ہیں۔ پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

☀️ تعلیم کو اولین ترجیح دینا اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کے فروغ کو ضروری سمجھنا۔

☀️ جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔

☀️ زمان و مکان کی حدود کو سیکڑتے ہوئے ایسے معاشرے کی تشکیل جو سائبر نیک کی مدد سے جڑا ہوا ہو۔

مندرجہ بالا سچے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے HEC کو تشکیل دیا گیا جس نے تھوڑے ہی عرصے میں 41 نئی یونیورسٹیاں قائم کیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے قیام سے قبل ملک کی مختلف

مختلف تعلیمی چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لئے HEC کو تشکیل دیا گیا جس نے

تھوڑے ہی عرصے میں 41 نئی یونیورسٹیاں قائم کیں۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے

قیام سے قبل ملک کی مختلف یونیورسٹیوں میں 330,000 طلباء زیر تعلیم تھے

جبکہ اس وقت طلباء کی تعداد 1,000,000 سے تجاوز کر چکی ہے

چناؤ اور یونیورسٹیوں میں بطور اساتذہ ان کی تقرری کے لئے باقاعدہ معیار اور طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔ HEC کی تشکیل سے قبل زیادہ تر Ph.D اسناد اردو، فارسی اور پنجابی یا دیگر لسانیات میں دی گئی جبکہ طبی، طبقاتی اور انجینئرنگ کے شعبہ جات میں نہ ہونے

طلباء سٹارٹر

طالب علم جو (UHS) کا ٹیسٹ دینے کے بعد اس انتظار میں تھے کہ ان کا داخلہ ہو جائے لیکن جب میڈیکل کالجز میں داخلہ نہ ملنے پر ایسے طلباء نے دیگر اداروں کا رخ کیا تو پتہ چلا کہ تمام اداروں میں داخلے بند ہو چکے ہیں جس کی بناء پر ان 3,620 طالب علموں کا قیمتی سال ضائع ہو گیا۔

واضح رہے کہ یہ تمام طالب علم جن کا قیمتی سال ضائع ہوا، انتہائی ہونہار تھے اور ان میں سے اکثریت کا ایگری گیٹ سکور 82.19 فیصد سے 84.36 فیصد کے درمیان تھا۔ ذمہ داران کے مطابق یہ سب اداروں میں باہمی روابط کی کمی کی وجہ سے ہے اور اس بے رنگی کی قیمت ان ذہین و فطین طلباء کو چکانی پڑی ہے جن کے پاس اب سال ضائع ہونے کے بعد کوئی چارہ نہیں ہے۔ میڈیکل کے طلباء کے لئے دیگر کالجز نے بہت سے انڈرگریجویٹ کورسز متعارف کروائے تھے لیکن ان تمام کے داخلے MBBS اور BDS کی آخری فہرست سے پہلے ہی بند ہو چکے تھے۔ طلباء کا یہ مطالبہ ہے کہ اداروں کے درمیان رابطہ کو یقینی بنایا جائے تاکہ مزید طلباء کا قیمتی سال ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔



پی ایچ ڈی کرنے والے سینکڑوں طلباء 2 سال سے تقرری کے منتظر!!

پنجاب پبلک سروس کمیشن نے گزشتہ دو سالوں میں پی ایچ ڈی کے حامل افراد کی بھرتی کے لئے کوئی اشتہار شائع نہیں کیا ہے۔ ان اساتذہ کی بھرتی کے لئے آخری اشتہار 2010ء میں جاری کیا گیا جبکہ اس کے بعد 2011ء اور 2012ء میں 1288 طلباء نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری مکمل کی ہے۔ یہ تمام طلباء براہ راست ایسوسی ایٹ پروفیسر بننے کے اہل ہیں لیکن محکمہ کی سستی کی وجہ سے اپنے گھروں میں موجود ہیں اور نئی بھرتیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے کالجز میں اساتذہ کی شدید کمی ہے لیکن اس کے باوجود متعلقہ محکموں کی عدم توجہی سمجھ سے باہر ہے۔

سرکاری سکولوں کی حالت زار انتہائی قابل رحم.....! 2012ء میں تمام پوزیشنیں نجی سیکٹر لے اڑا

سال 2012ء کے دوران اگرچہ حکومت تعلیم کی ترقی کے لئے بلند و بانگ دعوے کرتی رہی ہے لیکن اس کے باوجود سرکاری سکولوں کی حالت زار ناقص رہی ہے۔ 2012ء میں ہونے والے سکولز اور کالجز کے امتحانات میں تمام پوزیشنیں نجی سیکٹر نے حاصل کی ہیں جبکہ سرکاری سکولز محض اساتذہ کی کمی کا ہی رونا روتے رہے ہیں۔ پنجاب میں سرکاری سکولوں میں 40 ہزار اساتذہ کی کمی رہی جبکہ



کراچی یونیورسٹی میں من مانیائیں 5 سالوں میں 421 غیر قانونی تقرریاں

کراچی یونیورسٹی میں من پسند افراد کو بھرتی کرنے کا سلسلہ گزشتہ 5 سال سے جاری ہے۔ اس سلسلے میں یونیورسٹی میں تیار ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ پانچ سالوں میں 421 افراد غیر قانونی طور پر بھرتی کئے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام کے تمام افراد اساتذہ کے علاوہ تھے۔ غیر قانونی تقرریوں کی یہ تعداد یونیورسٹی رجسٹرار کے مطابق 421 ہے جبکہ دیگر ذرائع کے مطابق ان کی تعداد 500 سے بھی زیادہ ہے۔ واضح رہے کہ یونیورسٹی میں کسی بھی بھرتی کے لئے ایک طریقہ کار موجود ہے جس کے تحت باقاعدہ اشتہار دیا جاتا ہے اور پھر ضابطے کے مطابق امیدواروں کا انتخاب کیا جاتا ہے جبکہ یونیورسٹی میں اس کے برعکس محض من پسند افراد کو بھرتی کر لیا گیا ہے۔ یہ غیر قانونی طور پر کی جانے والی بھرتیاں یونیورسٹی کے لئے شدید مالی دباؤ کا باعث ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ان غیر قانونی بھرتیوں کی وجہ سے یونیورسٹی سالانہ ساڑھے چھتیس ملین روپے کا نقصان برداشت کر رہی ہے۔ کراچی یونیورسٹی کے چانسلر و دیگر عہدیداران کو چاہیے کہ ان غیر قانونی تقرریوں کا فوری نوٹس لیا جائے اور ذمہ دار افراد کو سزا دلوا کر بھاری جرمانہ کیا جائے تاکہ مالی نقصان کا اعادہ ہو سکے۔



بدلا ہے پنجاب.....؟

3,620 لائق ترین طالب علموں کا قیمتی سال ضائع

2012-13ء کے ایسے طالب علم جو MBBS یا BDS میں داخلہ نہ حاصل کر سکے وہ کسی بھی دوسرے کالج یا یونیورسٹی میں بھی داخلہ حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ایسے



تقریباً 50 ہزار سکول بنیادی سہولتیں حاصل کرنے سے محروم رہے۔

ہماری حکومت ملالہ یوسف زئی جیسے غیر اہم واقعہ کی طرف تو بھرپور توجہ دیتی رہی لیکن تعلیم کے اصل مآخذ سکولز کی طرف دھیان کا فقدان ہی رہا ہے۔ اسی بناء پر تمام سرکاری سکولز کی کارکردگی انتہائی پریشان کن ہے۔ اساتذہ پولیو اور ڈیٹنگی جیسی مہمات میں ڈیوٹیاں دیتے رہے جبکہ طلباء قبرستانوں اور کھلے آسمان تلے ان کا انتظار کرتے رہے۔ طلباء و طالبات اور اساتذہ امسال اپنے مطالبات کے لئے احتجاج بھی کرتے رہے لیکن اس کے باوجود سرکاری سکولوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے کوئی قابل ذکر اقدامات نہ کئے گئے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنے اہلے تلوں پر خرچ کرنے کی بجائے سرکاری اداروں کی حالت زار پر رحم کرے تاکہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ اسی بناء پر خراب کارکردگی کا یہ عالم تھا کہ درجنوں سرکاری کالج کا نتیجہ صفر فیصد رہا اور تمام بورڈ کے امتحانات کی پوزیشن ٹی سکولز لے اڑا۔



سعودی یونیورسٹی کی اسلامی اقدار سے محبت

سعودی عرب کے شہر ریاض میں واقع شہزادی نورہ بنت عبدالرحمن یونیورسٹی نے طالبات کے بیہودہ لباس پہننے پر پابندی لگادی ہے۔ یہ حکم نامہ یونیورسٹی انتظامیہ کی جانب سے جاری ہوا۔ ان احکامات کے مطابق یونیورسٹی انتظامیہ نے کسی بھی طالبہ کے غیر شرعی لباس پہن کر یونیورسٹی آنے پر پابندی لگادی ہے اور کہا ہے کہ طالبات یونیورسٹی حدود کے اندر لباس کے ضابطہ اخلاق کی پابندی کریں گی۔ یاد رہے کہ اس یونیورسٹی میں صرف طالبات ہی داخلہ لے سکتی ہیں۔ پھر بھی معاشرتی برائیوں کی روک تھام کے لئے انتظامیہ نے یہ قدم اٹھایا ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ بھی یونیورسٹیز میں طالبات کے لباس کے بارے میں ضابطہ اخلاق طے کرے اور بیہودہ لباس پہننے پر پابندی لگائی جائے تاکہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی پاکستان بنایا جائے۔



بھارتی ریاست ہریانہ میں حصول تعلیم کی غرض سے مقیم کشمیری طلباء نے کالج انتظامیہ اور مقامی طالب علموں کی طرف سے ہراساں کئے جانے کا انکشاف کیا ہے۔ کشمیری طلباء کے ایک گروپ نے

ٹیلی فون پر سرینگر میں صحافیوں کو بتایا کہ انہیں گنگا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اینڈ مینجمنٹ ہریانہ میں مقامی طلباء اور ہاسٹل وارڈن ہراساں کر رہے ہیں۔ طلباء کا کہنا تھا کہ ہندو طالب علموں کی طرف سے کشمیری طلباء پر تشدد اور ان کے ساتھ بدسلوکی روز کا معمول بن چکا ہے۔ کشمیری طالب علموں کو دہشت گرد کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھٹن زدہ ماحول میں مزید نہیں رہنا چاہتے اور ہم نے کالج ہاسٹل سے فرار ہو کر گھر واپس جانے کی کوشش کی تھی تاہم ہمیں ہاسٹل میں بند کر دیا گیا۔ طلباء نے کھ پتلی وزیراعظم عمر عبداللہ سے اپیل کی کہ وہ یہ معاملہ بھارتی حکومت کے سامنے اٹھائیں۔



تعلیم کے خلاف ایک اور سازش

پانچویں اور آٹھویں کے تمام طالب علموں کو اگلی جماعت میں بھیجنے کا فیصلہ

پنجاب ایگزیمینیشن کمیشن کے تحت سرکاری سکولوں کے جماعت پنجم اور ہشتم کے امتحانات میں شمولیت اختیار کرنے والے تمام امیدواران کو اگلی جماعتوں میں پروموت کرنے کا اہل قرار دے دیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق پنجاب ایگزیمینیشن کمیشن کے تحت پنجم اور ہشتم کے فروری 2013ء سے شروع ہونے والے امتحانات کی نتائج پالیسی مرتب کردی گئی ہے جس کے تحت ہر امیدوار کی قابلیت جانچنے کے لئے فارمولا بنادیا گیا ہے جس کی بنیاد پر ہر مضمون کے لحاظ سے امیدوار کی اسسمنٹ کو پروموت کیا جائے گا اور اس تناظر میں نتائج کو مرتب کیا جائے گا اور ظاہری طور پر نتائج میں فیل پاس کی پالیسی کو نہیں اپنایا جائے گا۔ PEC کے مطابق امسال 28 لاکھ سے زائد امیدواران جماعت پنجم اور ہشتم کے امتحانات میں حصہ لیں گے جن میں سے نوے فیصد تعداد سرکاری سکولوں کے بچوں کی ہے۔ PEC انتظامیہ نے اس سلسلے میں تمام ممتحن اور مارکنگ کرنے والے سٹاف کو ضروری ہدایات جاری کردی ہیں۔ بیک کے ذرائع کے مطابق امتحانات میں شمولیت کرنے والے تمام امیدواران کے لئے نئی پالیسی نئے سال کا تحفہ ثابت ہوگی۔ قبل ازیں نتائج مرتب کرتے وقت گریڈنگ سسٹم کی پالیسی بھی اختیار کی جاتی تھی تاہم اس مرتبہ نئے فارمولا کو سنٹرل سکور سکیل کا نام دیا گیا ہے۔ اس پالیسی کے تحت معیار تعلیم مزید پستی کا شکار ہو جائے گا کیونکہ طلباء امتحان میں محنت نہیں کریں گے۔ حکومت کو چاہیے کہ ایسی پالیسی سے بہتر ہے کہ امتحان ہی نہ لیا جائے تاکہ امتحانات پر خرچ ہونے والے کروڑوں روپے بچ جائیں۔ ہم حکومت پاکستان سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایسی پالیسیوں سے گریز کرے جن سے پاکستان کا معیار تعلیم کم ہو اور ملک ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے۔

اخبارِ عالم

اخبارِ طلباء

بلال غزنوی

دنیا بھر سے ”اخبارِ طلباء“ کی نظر میں

18 کروڑ مسلمانوں کا.....

مستقبل ناامید.....؟

بھارت جو کہ آج کل MFN سٹیٹس، دوستی اور تجارت کے جھوٹے دعوے وعدے اور معاہدے کرنے کے لئے بے چین نظر آتا ہے۔ اس کی اصلیت ایک مرتبہ پھر سامنے آئی جب گزشتہ ماہ ایک رپورٹ سامنے آئی جس میں کہا گیا ہے کہ 18 کروڑ لوگوں پر مشتمل مسلمان ایسی اقلیت ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں دوسروں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ آج تک کوئی بھارتی مسلمان کشمیر میں شدت پسندوں کی مدد کے لئے بھی نہیں گیا۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بھارتی سرکاری اعداد و شمار اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ بھارتی مسلمان ہر شعبے میں پیچھے ہی نہیں بلکہ پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ سرکاری نوکریوں میں ان کا صرف 4% کوٹہ ہے۔ جاگشوار میں رہائش پذیر مسلمان اپنے مستقبل کے حوالے سے ناامیدی کا شکار ہیں۔ کیونکہ اچھی نوکریاں صرف ہندوؤں کو ہی ملتی ہیں۔ مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ حالت پر کچھ مصرین یہ خدشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ بھارتی مسلمان اپنے حقوق کے تحفظ اور بے رحم نظام کے خلاف مسلح جدوجہد کا رستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ بھارت جو اپنے اندر بسنے والے مسلمانوں سے یہ سلوک روا رکھے ہوئے ہے وہ پاکستان کے مسلمانوں کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو سوچ لینا چاہیے۔



فلسطین پر جاری اسرائیلی جارحیت میں جہاں بچوں سمیت سینکڑوں فلسطینی شہید ہو گئے وہاں مساجد پر بمباری بھی جاری ہے۔ غرب اردن کے ایک گاؤں میں واقع ایک مسجد میں میزائل گرائے گئے جس میں مسجد مکمل طور پر منہدم ہو گئی۔ راتب الجورت کے مطابق اس سے پہلے بھی اس مسجد کو شہید کیا جا چکا ہے۔ یہ تو ایک مسجد ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسی مساجد ہیں لیکن جو منظر عام پر نہیں آ سکیں وہ بھی اسرائیل کی دہشت گردی کی جھینٹ چڑھ گئیں ان کی تعداد بیسیوں میں ہے۔ ظلم و ستم کے ان تمام واقعات میں دنیا کے نام نہاد امن کے علمبرداروں نے اسرائیل کا ساتھ دیا۔ مسلمان ممالک کے حکمرانوں نے گوگلے بہرے کا کردار ادا کیا اور اسرائیل کو ظلم کے پہاڑ توڑنے کی مزید شہ دی۔

75 فیصد اسرائیلی غربت کو ایران کے ایٹم بم سے

بڑا خطرہ سمجھتے ہیں

اسرائیل صیہونی لابی جس کو دنیا کی معیشت کا باپ سمجھا جاتا ہے اور پوری دنیا کی بڑی بڑی کمپنیوں کے مالک ہیں لیکن چند دن پہلے کی آئی ایم ایف کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی بچے بازاروں میں بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ عدم مساوات نے بھی یہودیوں کا بھر کس نکال دیا اور آج کے اسرائیل میں غربت کی شرح بہت زیادہ ہے۔ ایک چیریٹی کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ غربت اور سماجی عدم مساوات اکثر اسرائیلیوں کے لئے تشویش کی بڑی وجہ ہے جبکہ تعلیم کے بعد وہ قومی سلامتی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے 75 فیصد اسرائیلی سمجھتے ہیں کہ سماجی و معاشی تباہی اسرائیل کے لئے ایران کے ایٹمی پروگرام سے زیادہ خطرہ ہے۔ 10 فیصد بچے بازاروں میں بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ اسرائیلی بچوں کی نصف تعداد والدین کی آمدنی بڑھانے کے لئے کام کرتی ہے۔ قرض دینے والے عالمی ادارے IMF کی رپورٹ میں بھی کہا گیا ہے کہ اسرائیل میں غربت کی

شرح بہت زیادہ ہے۔ ان اندرونی حالات کے باوجود فرعون زمانہ اسرائیل اپنے آپ کو دنیا کفر کا سرکوب سمجھتا ہے۔ اسرائیل کو چاہیے کہ وہ اپنی غریب عوام کی فکر کرے اور ان کی خوشحالی کا بندوبست کرے نہ کہ اپنا سارا بجٹ بارود کی شکل میں مظلوم فلسطینیوں پر برسانے کی بجائے اپنے عوام پر خرچ کرے۔

گر ہوں بیمار تو کرے گا دو اکون.....؟

مقبوضہ بیت المقدس اسرائیل کے ایک ہسپتال کی انتظامیہ نے گردوں کے کینسر میں مبتلا ایک نوعمر فلسطینی بچی کو یہ کہہ کر ہسپتال سے فارغ کر دیا کہ فلسطینی اتھارٹی نے اس کے علاج کے لیے رقم ادا نہیں کی۔ متاثرہ بچی کی والدہ نے بتایا بچی کے تمام اخراجات ہسپتال انتظامیہ کو ادا کیے جاتے رہے ہیں لیکن ہسپتال سے اچانک بغیر وجہ بتائے انہیں ہسپتال سے نکال دیا۔ تو میں پھر کیسے کہوں کہ وہ پوری دنیا میں امن کے دعوے دار، فلاح انسانیت کی راہ دوسروں کو بتانے والے جو ایک ننھی مریضہ کے ساتھ ایسا گھنیا سلوک روا رکھتے ہیں وہ پوری دنیا کے انسانوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

2001ء میں چھینے گئے علاقوں پر طالبان نے دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا..... کرزئی کا اعتراف

صدر کا کہنا تھا کہ معاہدے کے باوجود کئی افغان قیدی بدستور امریکی افواج کی تحویل میں ہیں۔ جو اس معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے جس پر امریکی صدر اوباما اور میں نے دستخط کئے تھے۔ شکست کی راہوں پر گامزن امریکی و اتحادی افواج امریکی کٹھ پتلی صدر کے لیے برے دن لے آئی ہے۔ کرزئی کو چاہیے کہ خطے کے دیگر قوتوں کی مدد سے امریکہ اور اتحادی افواج کو افغانستان سے نکالنے کی کوشش کرے۔ اسی میں افغانستان کے مسائل کا حل ہے اور خطے میں پائیدار امن کی ضمانت افغانستان میں انڈیا کا کردار ختم کیا جائے جو افغانستان کے ہمسایہ ممالک میں بد امنی اور تخریب کاری کا باعث ہے۔

عدم استحکام کے ذمہ دار امریکہ اور اتحادی ہیں افغان صدر حامد کرزئی نے امریکہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ ملک میں تیزی سے پروان چڑھنے والی عدم تحفظ اور بگڑتی ہوئی صورتحال کی بڑی وجہ امریکی و اتحادی فوج کا غیر ذمہ دارانہ کردار شامل ہے۔ جب تک تمام قیدیوں کو افغان حکام کے حوالے نہیں کیا جاتا امریکہ کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط نہیں کریں گے۔ این بی سی ٹی وی کو دینے گئے۔ ایک انٹرویو میں افغان صدر نے کہا کہ طالبان نے 2001ء میں چھینے گئے علاقوں پر دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عدم تحفظ کی موجودہ صورتحال میں امریکی و اتحادی افواج کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ افغان

میں حملہ آور کو بھی مار ڈالا گیا۔

امریکی حالات سے تنگ اس شخص نے 100 راؤنڈ فائر کیے۔ اتنے تنگ جنوبی نے پہلے والد کو پھر سکول جا کر ماں کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف پولیس کی جوابی کارروائی میں ادیب عمر حملہ آور ہلاک اور ایک مشکوک شخص گرفتار کیا گیا۔ اس واقع کے بعد اوباما کی آنکھوں سے آنسو چھم چھم کرنے لگے اور امریکہ میں یہ اعلان ہوا کہ امریکی پرچم 3 دن تک سرنگوں رہے گا۔ امریکی ٹی وی نے بھی یہ اعتراف کیا کہ ایک امریکی پاگل نے سینڈی کا پک اپٹر سکول میں گھس کر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ بعض اطلاعات کے مطابق حملہ آوروں کی تعداد دو تھی اور حملہ آور نے فوجی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اس واقع کے بعد سکول سے پولیس کو 9mm کی دو گتیں ملی تھی۔ امریکی صدر نے روتے ہوئے ڈائریکٹر ایف بی آئی اور گورنر سے واقع کی تفصیل طلب کر لی ہے۔ واضح رہے کہ اس واقع سے 3 روز قبل نقاب پوش مسلح شخص جیکٹ رائٹس نے مصروف علاقے پورٹ لینڈ میں فائرنگ کی تھی جس میں دو افراد مارے گئے۔

اے ایف پی کے مطابق حملہ آور 24 سالہ ریان لانز تھا ایسے واقعات کا رونما ہوتا یورپی شہروں میں اب معمول بن گیا ہے۔ جبکہ امریکی سپر پاور آہستہ آہستہ صفر پاور بنی جا رہی ہے۔ پس اس سپر پاور کا صفر پاور بننا حمادی ورلڈ آرڈر کی خوشخبری دے رہا ہے۔



سعودی عرب میں 9 فلپائنی شہریوں نے اسلام قبول کر لیا

انہیں پناہ دے گا جتنا کہ دیا گئے۔

سعودی عرب کے مشہور شہر جدہ میں کام کر نیوالے فلپائن کے 9 شہریوں نے اسلام قبول کر لیا ہے جو کہ اسلام کے پھیلنے کی واضح دلیل ہے۔ سعودی اخبار کے مطابق گزشتہ چند دنوں میں باہا کے علاقہ میں فلپائن کے 9 شہریوں جن میں خواتین بھی شامل ہیں مقامی مسجد کے امام ڈاکٹر عبداللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ دعوت سینٹر کے ڈائریکٹر نے نو مسلموں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کی فراہمی کے لیے اسلامک سینٹر میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف مہم

ڈاکٹر ذاکر نائیک کے دعویٰ و تبلیغی پروگراموں کے خلاف ہندوؤں کی مہم بھارت کے سیکولر چہرے پر ایک اور داغ چھوڑ گئی۔ آزادی اظہار رائے کے نام نہاد دعوے کا بھرم بھی نکل گیا۔ انتہا پسند ہندوؤں نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف مہم شروع کر دی۔ روزنامہ امت کی رپورٹ کے مطابق مہاراشٹر میں تبلیغی پروگرام منسوخ کروانے کے لئے مظاہرے کئے۔ ہندو مسلم فسادات کی دھمکی دے کر انتظامیہ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ہر پروگرام میں 6 سے 10 ہندو اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ ہندوؤں سے اسلامی اجتماعات میں شرکت نہ کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔

امریکی ریاست کنکٹی کٹ میں جنوبی کی سکول میں گھس

کرنا عریک!



9/11 کا بہانہ، افغانستان کو ٹھکانا..... پاکستان کو نشانہ بنا کر کفر کا سرکوب امریکہ اور یورپ اتحادی، نیٹو، افواج اس بات کی پر زور کوشش کر رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ”نیو ورلڈ آرڈر“ پوری دنیا میں نافذ کیا جائے۔ لیکن اس صلیبی جنگ کے 10 سال گزرنے کے بعد آج امریکی عوام اس قدر امریکہ کے موجودہ حالات سے تنگ آ چکے ہیں وہ اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ بے روزگاری، معاشی بحران اور حالیہ دنوں میں سینڈی جیسے طوفان نے امریکی ترقی کے بیڑے کو مزید گرداب میں پھنسا دیا ہے۔ کچھ ایسا ہی ایک واقع امریکی ریاست کنکٹی کٹ میں پیش آیا جس میں ایک جنوبی نے ایک سکول میں فائرنگ کر کے بہت سارے بچوں کو ہلاک کر دیا۔ ذرائع کے مطابق یہ واقع نیوٹاؤن کے سینڈی پک اپٹر میں سکول میں پیش آیا جس میں 20 بچوں اور سائیکالوجسٹ پرنسپل سمیت 27 افراد مارے گئے۔ مارے جانے والے بچوں کی عمریں 5 سے 10 سال تک تھیں۔ بعد

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

نبی کریم ﷺ اس بات کی حرص کرتے کہ میرا کوئی بھی امتی جنت میں جانے سے پیچھے نہ رہ جائے

دعوت دینے

کے لیے پہنچ جاتے۔

ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے جس سے

نبی کریم ﷺ کی لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں طمع کا پتہ چلتا ہے۔ حج کے دنوں باہر کے قافلے مکہ آنا شروع ہوئے تو قریش کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ نبی ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیں گے اور یہ لوگ ان کی دعوت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیں گے۔ قریش مکہ حجاج کے قافلوں کے راستوں پر بیٹھ گئے اور ان کو نبی ﷺ کے جادوگر اور کافروں کا کہنے لگے۔ کوئی بھی قافلہ جب ان کافروں کے پاس سے ہو کر مکہ پہنچتا اور نبی ﷺ کو پتہ چلتا اور آپ ان کو دعوت دیتے تو وہ آپ سے ڈر کر اپنی سواریوں کو بھگاتے۔ آپ ﷺ ان کی سواریوں کے ساتھ ساتھ دوڑتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔

جب آپ ﷺ کے چچا ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ ﷺ ان کے ہاں پہنچے۔ وہاں پر ابو جہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کا چچا ابوطالب کہ جس نے جیتے جی اپنے پیچھے کی طرف کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے نہیں دیا اس کے بارے میں نبی ﷺ کی بڑی خواہش تھی کہ میرا چچا بھی جہنم سے بچ کر جنت میں چلا جائے۔ نبی ﷺ نے چچا کو کہا کہ اے چچا! ایک دفعہ کلمے کا اقرار کرو میں قیامت والے دن تمہاری سفارش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میرا رب آپ کے بارے میں میری سفارش کو رد نہیں کرے گا۔ قریب تھا کہ وہ کلمے کا اقرار کر لیتے لیکن وہاں پر ابو جہل لعین نے بد بختی کا کردار ادا کرتے ہوئے ابوطالب سے کہا کہ تم

اس دنیا سے جاتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کا دین جس پر عبدالمطلب تھے اس کو چھوڑ دو گے تو لوگ کیا کہیں گے؟ ابوطالب اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا اور دنیا سے جاتے ہوئے ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ میں اپنے آباؤ اجداد کے دین پر مر رہا ہوں۔ (الرحیق المختوم)

واقعہ کو بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ ہم دیکھیں نبی ﷺ کی کتنی حرص تھی کہ ہر مشکل پر میری مدد کرنے والا چچا بھی کلمے کا اقرار کرے اور مسلمان ہو جائے، خوش بختوں میں شامل

اس کام کے لئے انہوں نے دن رات ایک کر دیئے

رات کا وقت

ہے، طوفانی بارش ہو رہی ہے۔

دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ ایک شخص اس طوفانی بارش اور

اندھیری رات میں چلا آرہا ہے۔ وہ شخص قریب پہنچتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ آنے والی شخصیت نبی کریم ﷺ ہیں۔ صحابی پوچھتے ہیں کہ آپ رات کے اس وقت طوفانی بارش میں کہاں سے آرہے ہیں؟ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ فلاں ٹیلے کے پیچھے ایک قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں وہ قبیلہ صبح وہاں سے چلا نہ جائے لہذا صبح کا انتظار کیے بغیر ان کے پاس پہنچا تا کہ ان کو اسلام کی دعوت دے سکوں۔ ابھی میں وہاں سے واپس آرہا ہوں۔

اللہ اکبر! یہ ہے وہ جذبہ اور حرص جس کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

(سورہ التوبہ: 128)

تحقیق تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا ہے اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

حرص مال و دولت یا دنیا کے جاہ و جلال اور شہرت کی نہیں بلکہ حرص اس بات کی ہے کہ ہر ایک شخص تک اللہ کا پیغام پہنچ جائے اور پھر وہ اس کو قبول کر کے جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ خوب بھڑکائی۔ جب اس کا ارد گرد خوب روشن ہو گیا تو پروانے اور اس قسم کے جانور اس آگ میں گرنے لگے۔ وہ اس میں

گرتے تھے اور وہ شخص انہیں روکتا تھا اور وہ اس سے زبردستی آگ میں گھستے تھے تو میں آگ سے بچانے کے لیے تمہاری کمروں کو پکڑنے والا ہوں اور تم اس میں زبردستی گھستے جاتے ہو۔

(بخاری: 6483، مسلم: 2284)

نبی ﷺ کے بحیثیت رسول مبعوث ہو جانے کے بعد آپ ﷺ کی زندگی کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کی ہر دم یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہر ایک شخص اسلام قبول کر لے۔ ایک دفعہ ابو جہل نے آپ ﷺ کو گالی دی۔ آپ کے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، ان کو جب پتہ چلا کہ ابو جہل نے محمد ﷺ کو گالی دی ہے تو خاندانی حمیت کی بنا پر انہیں غصہ آگیا وہ ابو جہل کو ڈھونڈنے لگے تاکہ اس کو مزہ چکھا سکیں۔ جب انہیں ابو جہل مل گیا تو اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ ابو جہل کے سر پر بری طرح زخم آیا۔ امیر حمزہ بدلہ لینے کے بعد نبی ﷺ کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ نتیجے میں نے آپ کا

حافظ عرفان



بدلہ لے لیا ہے اب تو خوش ہونا۔ نبی کریم ﷺ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو جو جواب دیا وہ بڑا غور کرنے والا ہے نبی ﷺ فرمانے لگے کہ اے چچا! مجھے تب خوشی ہوگی جب آپ اسلام قبول کریں گے۔ کسی تڑپ تھی آپ کی کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

(الرحیق المختوم۔ ص 144)

پھر آپ ﷺ نے مکہ کے سرداروں کے پاس بار بار جا

رسول اللہ ﷺ کو حرص مال و دولت یا دنیا کے جاہ و جلال اور شہرت کی نہیں تھی بلکہ حرص اس بات کی تھی کہ ہر ایک شخص تک اللہ کا پیغام پہنچ جائے اور پھر وہ اس کو قبول کر کے جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے۔

کر اسلام کی دعوت دی۔ سورہ عیس کے جوشان نزول کا جو واقعہ ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو دعوت دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ جب بھی آپ کو پتہ چلتا کہ مکہ میں کوئی قافلہ آیا ہے تو آپ ﷺ اس کو اس وقت

ہو جائے۔

پھر جب نبی کریم ﷺ مکہ کے سرداروں اور با اثر لوگوں کی طرف سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے دعوت کی غرض سے طائف کا رخ کیا اور وہاں کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی۔ مقصد کیا تھا کہ طائف کے سردار اسلام قبول کر کے اسلام کی مضبوطی کا باعث بنیں۔ واللہ کتنی تڑپ تھی آپ ﷺ کی اسلام کے بارے میں لیکن طائف والوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ طائف کے اوباش نوجوانوں کو شہہ دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچائیں۔ ان اوباشوں نے پہلے پہل تو مذاق بنایا پھر آپ ﷺ کے پیچھے لگ گئے اور پتھر برسنا شروع کر دیے جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ بالآخر آپ ﷺ نے ایک باغ میں جا کر پناہ لی۔ اتنا ظلم ہونے پر پہاڑوں کا فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو میں طائف کو دو پہاڑوں کے درمیان پس کر رکھ دوں۔

آپ ذرا غور کریں کہ آپ بڑی امید لے کر اہل طائف کی طرف گئے پھر نہ صرف انہوں نے آپ کو مایوس کیا بلکہ آپ پر ظلم بھی کیا لیکن مایوسی اور ظلم کے باوجود بھی آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا نہیں کی۔ کیوں؟ تڑپ تھی کہ چلیں یہ نہ سہی ہو سکتا ہے ان کی اولاد میں سے لوگ اسلام قبول کر لیں۔

ایک یہودی لڑکے کا واقعہ بھی سیرت النبی ﷺ سے ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو پتہ چلتا ہے کہ فلاں یہودی کا لڑکا بیمار ہے۔ نبی ﷺ اس یہودی کے گھر اس کی عیادت کے لیے پہنچے۔ دیکھا کہ لڑکا بہت بیمار ہے اور اس کا آخری وقت قریب ہے تو نبی ﷺ نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس لڑکے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور کلمے کا اقرار کرنے کو کہا۔ لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے اشارہ کیا کہ محمد ﷺ جو کہتے ہیں ان کی بات مان لو۔ لڑکے نے کلمے کا اقرار کر لیا اور تھوڑی دیر بعد فوت ہو گیا۔ نبی ﷺ اس یہودی لڑکے کے اسلام قبول کرنے پر بہت خوش ہوئے اور اس لڑکے کا جنازہ پڑھایا۔ سمجھ کیا آئی کہ حرص تھی لوگ اسلام کے زیر سایہ آجائیں اور اس کے لیے ایک ایک شخص کو دعوت دینا اور پھر جو کوئی اس دعوت کو قبول کر لے اس پر بے انتہا خوش ہونا۔ کتنی تڑپ تھی نبی ﷺ کے دل میں اسی لیے تو قرآن کہتا ہے نبی ﷺ کے بارے میں۔ (مفہوم سورۃ کھف آیت 6)

”اے نبی ﷺ! آپ کیوں ان کافروں کی فکر میں ہلکان ہوئے جارہے ہیں آپ کا کام تو صرف میرا پیغام پہنچانا اور ان پر اتمام حجت قائم کرنا ہے باقی ہدایت دینا یا گمراہ کرنا تو میرا کام ہے۔ سو آپ ﷺ ان تک میرا پیغام پہنچادیں۔

نبی ﷺ کو بہت زیادہ فکر ہے امت کے بارے میں کہ وہ

اس دعوت کو جو حق کی دعوت ہے، لوگوں کو گمراہیوں سے نکالنے والی، ان کو کھڑا کرنے والی، ان کو مہذب بنانے والی، انہی کا فائدہ کرنے والی اور ان کو زندگی کے ڈھنگ سکھانے والی، دنیا کو بہتر بنادینے والی اور آخرت کے نقصان سے بچا دینے والی اس کو وہ قبول کر لیں اور اپنا بھلا کر لیں اور شیطان کے پیچھے لگ کر اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان نہ کر لیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک باپ کو اپنی اولاد کے بارے میں پتہ ہوتا ہے کہ اس کے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا برا ہے اور وہ اس کی بہتری میں لگا رہتا ہے اور اسے ذی ثریک ہونے سے بچانے میں لگا رہتا ہے۔ جب تک بیٹا باپ کی فرامرداری کرتا رہتا ہے باپ خوش رہتا ہے اور اپنے آپ کو کامیاب باپ تصور کرتا ہے اور جب اولاد نافرمانی کرتی ہے تو اسے بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے کہ اس نے اپنا ہی نقصان کر لیا ہے میری بات نہ مان کر اور اولاد کو اس وقت احساس نہیں ہوتا اس نقصان کا لیکن جب ذرا بڑے ہوتے ہیں تو پھر انہیں احساس ہوتا ہے کہ کاش والدین کی بات مانی ہوتی تو ہم ذلیل و رسوا نہ ہوتے اور مشکل میں نہ پڑتے لیکن اس وقت فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح استاد اور شاگرد کی مثال لی جاسکتی ہے کہ استاد جانتا ہوتا ہے کہ کس کام کے کرنے میں طالب علم کا فائدہ ہے اور کس کام کے کرنے کا نقصان ہے لہذا وہ اس کو سمجھانے میں لگا رہتا ہے اور ہر لمحے اس کو گائیڈ کرتا ہے پھر جو اس کی بات کو مانتا ہے اچھا پر فارم کرتا ہے اور استاد کو خوش کرتا ہے اور اگر بات نہیں مانتا تو خود بھی نقصان اٹھایا ہے اور استاد کو بھی افسوس ہوتا ہے کہ اس نے میری بات نہ مان کر اپنا نقصان کر لیا۔

نبی کریم ﷺ کی فکر، حرص، تڑپ..... واللہ! یہی وجہ تھی۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی بہت زیادہ مصروف تھی کبھی دعوت میں مصروف ہیں، سرداروں کو دعوت دے رہے ہیں کبھی مکہ میں آئے قافلے کو دعوت دے رہے ہیں، کبھی صفہ میں زیر تربیت صحابہ کی تربیت کر رہے ہیں، رات کو سب صحابہ کرام کے سو جانے کے بعد مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے ہیں اور پھر عبادت بھی کر رہے ہیں۔ رات کو سب سے آخر میں سونے والے سب سے زیادہ قیام کرنے والے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں میں ورم آجاتا۔ اتنا سخت معمول کیوں تھا اس لیے کہ لوگ اسلام کی طرف آجائیں۔ اسلام دنیا میں غالب ہو جائے، اسلام کو مضبوطی مل جائے اور عبادت میں زیادتی اور اللہ سے بہت زیادہ قربی تعلق، نمازوں میں خشوع و خضوع اور خشیت الہی سے رونا گڑ گڑانا، صرف اس لیے کہ اسلام کی دعوت عام ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کو وٹسکس کرنے کا مقصد صرف ہمارے اپنے معاملات کے بارے میں غور کرنے کا ہے کہ ہم لوگ بھی اسلام کا دعویٰ رکھنے والے، اپنے

آپ کو امت محمدی کا فرد کہلوانے والے، نبی ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کا دعویٰ رکھنے والے، نبی ﷺ کی اداؤں سے پیار کرنے والے، ہم دیکھیں کہ ہمارے اندر یہ جذبہ کتنا ہے۔ کیا ہم بھی دعوت کے میدان میں اتنی تڑپ رکھنے والے اور اتنی محنت کرنے والے ہیں کہ ہمارے ارد گرد موجود ہر شخص، میں خود میرے گھر کا ہر فرد میرے محلے کا ہر فرد، میرے سکول کا، میرے کالج کا، میری یونیورسٹی کا، میرا دوست، میرا رشتہ دار، وہ بھی رحمان کا بندہ بن جائے، شیطان سے بچ جائے۔ دنیاوی زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کے مطابق گزارے، جہنم سے بچ کر جنت میں چلا جائے۔ یا کہ ہم صرف اپنے گھر کا چاہا جانے کی فکر میں ہیں کہ صرف میرا کچھ بن جائے باقی لوگوں سے باقی معاملات سے مجھے کیا غرض، میں نے تو اپنا سٹیشن بنانا ہے۔ اپنے فیوچر کی پلاننگ کر کے اور اس کے لیے محنت کر کے اس کو محفوظ کرنا ہے، مجھے اسلام سے کیا غرض، کون کیا کرتا ہے، کون کتنا اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے، کون رب تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتا ہے مجھے اس سے کیا غرض۔ بہت خطرناک ہے یہ سوچ اور اسی وجہ سے ہم بگاڑ کا شکار ہیں اور پھر پتا بھی نہیں کہ اس بگاڑ کو ختم کیسے کیا جاسکتا ہے۔ لوگ بڑے بڑے نعرے لگاتے ہیں انقلاب کہ انقلاب اس طرح آئے گا جس طرح نبی ﷺ لے کر آئے۔ عرب کے بدو معاشرے کو کہ جنہیں کوئی تہذیب نہیں تھی ان کو 23 سال کے مختصر عرصے میں دنیا کی مہذب ترین قوم بنا دیا جس نے پھر ساری دنیا پر حکمرانی کی۔ اس طریقے پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یاد رکھیں! جب بھی معاشرے میں بگاڑ آتا ہے تو قصور وار امریکہ اور یورپ نہیں ہوتا بلکہ مسلمان ہی ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کافر کا تو کام ہی معاشرے میں فساد برپا کرنا ہے اور مسلمان کے ذمہ کیا کام ہے یہ کہ وہ معاشرے کی اصلاح کرے، اس کی اصلاح کے لیے کام کرے۔ قرآن بتلاتا ہے اس بات کو۔ ”ترجمہ: تم بہترین امت ہے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

(آل عمران: 110)

ہاں اگر معاشرے کی اصلاح کرنی ہے دنیا کو بگاڑ سے بچا کر امن قائم کرنا ہے تو پھر ہمیں یہی کام کرنا ہوگا۔ سب کو دعوت دینا ہوگی، اپنے اندر تڑپ پیدا کرنا ہوگی اور پھر جو لوگ بات تسلیم نہیں کریں اور اسلام کے راستے میں روڑے اٹکائیں گے ان کو جہاد کے ذریعے سے روکنا ہوگا اور غلبہ اسلام کو ممکن بنانا ہوگا۔ یہ ہے اصلاح کا طریقہ اور تہذیبی کاراستہ۔ اللہ کرے ہمارے مسلمانوں میں یہ سوچ پیدا ہو، یہ تڑپ پیدا ہو اور پھر اللہ ہمیں وہ دن دکھائے کہ ہم اسلام کو غالب ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ آمین۔

یہودی قابلِ اندامت غلطیاں

قرآن وحدیث میں بیان کردہ یہودیوں کی غلطیوں کو سمیٹے ایک منفرد تحریر

انبیاء کی بے حرمتی

یہ یہودی ہی تھے جنہوں نے (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت لوط علیہ السلام پر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کا الزام لگایا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ وہ امراۃ عزیز سے زنا کاری پر آمادہ ہو گئے تھے اور بالکل تیار ہی تھے کہ دیوار چھٹی اور حضرت یعقوب کی پھیلی نمودار ہوئی، وہ اپنی انگلیوں کے پوروں کو کاٹ رہے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور بھاگ پڑے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر یہ تہمت لگائی کہ انہوں نے ہی حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ انبیاء کرام پر تہمت لگانا اور انہیں ناحق قتل کرنا یہودیوں کا شیوہ تھا۔

جہاد سے دوری

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا کہ یہ اپنے آبائی وطن فلسطین کی طرف ہجرت کریں جو کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی تبلیغ کا مرکز رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی تھی کہ ان مہاجرین کو ساتھ لے جا کر فلسطین پر چڑھائی کرو اس کے نتیجے میں بنی اسرائیل یعنی یہود کو اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور اس طرح انہیں ان کا آبائی وطن واپس مل جائے گا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کی ترغیب دی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کی بشارت بھی دی۔ مگر ان لوگوں نے یہ سوچا کہ پہلے ہمیں فلسطین کے موجودہ حالات سے پوری طرح واقف ہونا چاہیے تب جنگ کی کوئی بات سوچ سکتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے

خود تو دشتِ فاران میں ڈیرے ڈال دیئے اور اپنے میں سے بارہ بارہ آدمی فلسطین کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیج دیئے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو روانہ کرتے وقت یہ تاکید کر دی

تھی کہ حالات جیسے بھی ہوں واپس آ کر صرف مجھے بتانا ہے۔ ہر کس و ناکس کے سامنے تشہیر نہ کرنا۔

لیکن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کی اور جب فلسطین کے علاقے کا دورہ کر کے واپس آئے تو اس کی رپورٹ خفیہ طور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دینے کے بجائے ہر ایک کو وہاں کے حالات بتانا شروع کر دیئے۔ وہ رپورٹ یہ تھی کہ فلسطین کا علاقہ واقعی بڑا زرخیز و شاداب ہے۔ لوگوں کی معاشی حالت بہت اچھی ہے لیکن وہ لوگ بڑے طاقتور اور زور آور ہیں۔ ہم ان کے مقابلے میں ٹڈے معلوم ہوتے تھے اور وہ بھی ہمیں ٹڈے ہی سمجھتے تھے۔

لہذا ان لوگوں پر فتح حاصل کرنا ہماری بساط سے باہر ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ان طاقتور لوگوں کی موجودگی میں ہمارا

احسان الہی تبسم

وہاں داخل ہونا اور پھر مقابلہ کر کے فتح یاب ہونا ناممکنات میں سے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ ہمارے مقدر میں لکھا ہوا ہے تو وہ کوئی ایسا انتقام کر دے کہ وہ وہاں سے نکل جائیں تو تب ہی ہم اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بار بار یہ یقین دہانی کرائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے نصرت و تائید کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لہذا ان ظاہری اسباب سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو کر باندھو اور

لوگوں کو فریب دینے اور اپنے خیالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ایک بدترین فعل ہے اور اس طرح یہود جھوٹی سچی بات اللہ تعالیٰ کے ذمے لگا کر اس سے مختلف قسم کے مفادات حاصل کرتے تھے

دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ اگر تم نے جرات کر لی تو یقیناً اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

لیکن یہ قوم جو مدت دراز سے فرعونوں کی غلامی میں

زندگی بسر کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی بجائے پچھڑے کی پرستش کر رہی تھی۔ اس قدر پست ہمت اور بزدل بن چکی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی کہ جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہیں جاتے ہم وہاں کبھی نہ جائیں گے اور نہ ہی اپنے آپ کو بدیدہ دانستہ ہلاکت میں ڈالنے کو تیار ہیں اور اگر تمہیں جہاد پر اتنا ہی اصرار ہے تو قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنَنذِرُكَ لَئِنْ لَمْ تَذْخُلْهَا أَبَدًا دَامُوا فِيهَا فَادْخُلْهَا أَنْتَ وَزَوْجُكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔

(سورۃ المائدہ: 24)

انہوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز اس میں کبھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں سو تو اور تیرا رب جاؤ! پس دونوں لڑو! بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جواب کے بدلے میں جو ان سے فلسطین کی فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا وہ چالیس سال منفر کر دیا اور چالیس سال تک وہ جس جنگل میں تھے اسی میں دھکے کھاتے رہے۔

اپنی الہامی کتب میں تحریف

یہ یہود اس قدر بدترین قوم تھی کہ ان کو جب بھی تورات میں کوئی حکم گراں لگتا تو یہ خود ہی اس کو بدل کر اس کی جگہ کوئی اور حکم لگا کر اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حصہ قرار دے دیتے اور پھر اس کو اس انداز میں پڑھتے کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ تو کتاب اللہ تعالیٰ تورات کی تلاوت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس عادت بد کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ آل عمران میں فرمایا:

وَأَنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنَ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

ہوئے سورۃ آل عمران میں فرمایا:

(سورۃ آل عمران: 78)

اور ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھنے کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

خطیبوں اور واعظوں کی عموماً یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ کی آیات کو تو خوش آوازی اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس کے معانی اور تشریح عام گفتگو کے لہجہ میں کرتے ہیں۔ اب اگر وہ معانی اور تشریف کے الفاظ کی ادائیگی بھی اسی لب و لہجہ میں کریں جس میں وہ کتاب اللہ کی کرتے ہیں تو سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں کے معانی بھی کتاب اللہ ہی کا حصہ ہیں۔

لوگوں کو فریب دینے اور اپنے خیالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دینے کی یہ ایک بدترین صورت ہے اور اس طرح یہود جھوٹی سچی بات اللہ تعالیٰ کے ذمے لگا کر اس سے مختلف قسم کے مفادات حاصل کرتے تھے۔

فرقہ واریت

اتفاق میں برکت ہے اتحاد و اتفاق کی بدولت ہی قومیں ترقی سے بہرہ ور ہوتی ہیں اور با م عروج پر پہنچتی ہیں اور اس کے برعکس نفاق و افتراق وہ لعنت اور نحوست ہے کہ جس قوم پر یہ بیماری پیدا ہو جائے وہ ذلت و رسوائی کے ہولناک گڑھوں میں جا گرتی ہے اور اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ دشمن کو بھی اسے مٹانے اور ختم کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑتی۔

انتشار و خلفشار کی شکار قوم آپس میں لڑ لڑ کر خود ہی فنا ہو جاتی ہے اور جو کام دشمن کو کرنا ہوتا ہے وہ خود سرانجام دیتی ہے۔ یہ بیماری یہود میں کثرت سے پائی جاتی تھی اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی بہت بڑی صورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں یہود کو مخاطب کر کے فرمایا: **قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُبَدِّلَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ**۔ (سورۃ الانعام: 65)

کہہ دے کہ وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی (کامزہ) چکھادے۔

اب مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

عذاب سماوی: جیسے کڑک، بجلی، تیز آندھی اور پتھروں کی بارش وغیرہ۔

عذاب ارضی: جیسے طوفان، دریاؤں کا سیلاب، زلزلے اور زمین میں دھنسا وغیرہ۔

فرقہ بازی: خواہ یہ مذہبی قسم کی ہو یا سیاسی یا قبائلی اب ہم قرآن و سنت کی تعلیمات پر تھوڑا سا غور کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہود پر یہ تینوں قسم کے عذاب ان کی سرکشی کے باعث آتے رہتے ہیں۔

بالخصوص فرقہ بازی کے عذاب کو ان پر مسلط کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں فرمایا: **وَقَطَعْنَا لَهُمُ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا**۔

(سورۃ الاعراف: 168)
اور ہم نے انہیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے کر دیے۔

حدود کا غریب اور امراء کا ان حدود سے بچ نکلنا

یہ یہود اس قدر بے انصافی کے پھنکارے ہوئے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی غریب گناہ یا حدود اللہ میں سے کوئی حد توڑتا تو اس کو سخت ترین سزا دیتے اور جب ان میں سے کوئی امیر یا صاحب اقتدار کسی جرم کا مرتکب ہوتا تو یہ خود بھی اس کے لئے کوئی آسان ترین سزا متعین کرتے اور اس کی جان بخشی کروا لیتے۔

خیبر کے یہود کے ساتھ جو نبی اکرم ﷺ کے معاہدے کی شرائط طے تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ یہود اس بات میں آزاد ہیں کہ اپنے مقدمات اور تازعات خود ہی تورات کے مطابق فیصلہ کر لیا کریں اور اگر چاہیں تو وہ اپنے مقدمات نبی ﷺ کی عدالت میں لے جائیں۔ اس صورت میں آپ ﷺ کا کیا ہوا فیصلہ ان پر لاگو ہوگا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک یہودی نکلا جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور کوڑے مارے گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے پوچھا کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں

پھر آپ ﷺ نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اسے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی بتاؤ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟

اس نے کہا: نہیں اور اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا (اصل بات یہ ہے کہ) ہم تورات میں زانی کی سزا رجم ہی پاتے ہیں مگر جب ہمارے شرفاء میں زنا کی کثرت ہو گئی تو ہم جب کسی معزز کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ پھر ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم کسی ایسی سزا پر متفق ہو جائیں جسے شریف اور رذیل سب پر نافذ کر سکیں تو ہم نے کوڑے مارنا اور منہ کالا کرنا نافذ کر دیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سب سے پہلے میں تیرے اس حکم کو زندہ کرتا ہوں جبکہ ان لوگوں نے اس کو مردہ کر دیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس یہودی کو رجم کر دیا گیا۔ ادب پہلا قرینہ ہے.....!!



میرا ہوا کل بھی بہہ رہا تھا..... میرا ہوا اب بھی بہہ رہا ہے

ابو صخر عبدالمہاجر شہید رحمہ اللہ

جس نے یہ ثابت کر دیا کہ اچھی ڈگری شہداء کے پاؤں کی زنجیر نہیں ہوا کرتی....!!

تقریر ختم ہو چکی تھی.....
سامعین میں سے کچھ مسجد سے باہر جا رہے تھے، کچھ نو جوان نماز مغرب کی سنتیں ادا کر رہے تھے اور اکثر نو جوان ایک خواب کی کیفیت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریر کے الفاظ ابھی تک کانوں میں گونج رہے تھے اور وہ اس طرح بیٹھے تھے کہ اگر ذرا بھی ہلے تو کانچ کا سانازک خواب ٹوٹ جائے گا۔ مسجد میں خاموشی تھی مگر سنا..... کسی قیامت کا شور کر رہا تھا۔ ہر نو جوان اپنے گریبان میں جھانک رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کہنے والے نے جو کچھ کہا ہے وہ تھا تو بالکل سچ اور درست!

ابو صخر عبدالمہاجر شہید رحمہ اللہ کی قربانی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس خطے کے ہر شہر اور ہر صوبے میں پھیلے نو جوانوں کے دلوں میں ان کی یاد تازہ ہے۔ نجانے کتنے ہی نو جوان ان کے درس اور تقاریر سن کر اپنے آپ کو بدل چکے ہیں..... فاشی و بے حیائی کی تاریکیوں سے نکل کر دعوت و جہاد کی روشن شاہراہ پر قدم رکھ چکے ہیں اور کتنے ہی نو جوان ایسے ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہو کر جنت کی ابدی مسرتوں سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ ان شاء اللہ کچھ ایسے بھی ہیں جو دن رات ایک کر کے غلبہ اسلام کے لیے اپنی

کھجور
سلیم اللہ صفر

ہوتا ہے جو جدا ہونے کے باوجود بھی دل کے انتہائی قریب محسوس ہوتے ہیں۔ ابو صخر بھائی کے بارے میں لکھتے ہوئے اور وہ بھی اتنی دیر بعد، میں محسوس کرتا ہوں کہ شاید ان کی شخصیت کے پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ میرے سمیت وہ تمام لوگ جو ابو صخر بھائی کے ساتھ رہے ہیں وہ اس بات کی تائید کریں گے کہ میں یقیناً اس شکوہ میں حق بجانب ہوں کہ یہ تحریر تا کافی ہے اور میرا قلم

مگر کیا یہ سب کچھ مجھے کہا جا رہا تھا....؟
اگر مجھے کہا جا رہا تھا تو اس کا مطلب ہے واقعی میرے اندر یہ برائی ہے۔ آخر ان کو میرے دل کا حال کس نے بتا دیا....؟
یہ کیفیت راقم الحروف نے خود محسوس کی مگر فقط ہوش کی مسجد نہیں، عبدالمہاجر بھائی نے جہاں بھی تقریر کی، سامعین یہی تاثر اپنے ذہنوں میں لیے ہمیشہ خود سے یہی سوالات کرتے۔

توانائیوں اور صلاحیتوں کو استعمال کر رہے ہیں اور ان جاودانی مسرتوں سے فیض یاب ہو رہے جو صرف اللہ کے دین کا پرچم بلند کرنے والوں کا انعام ہوا کرتی ہیں۔

وصیت نامہ ابوصخر عبدالماجد ولد محمد رمضان

چلنے میں اکتاہٹ محسوس کر رہے ہیں۔ تو وہ نوجوان سن لیں! اگر انہوں نے اپنے مربی اور اپنے رہنما کے کہنے پر جہاد شروع کیا تھا تو وہ جہاد ان کی شہادت کے بعد ختم ہو جاتا

اللہ رب العزت کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے مجھے جہالت اور دنیا داری کی زندگی سے نکالا اور ایمان والی زندگی عطا کی۔ اگر میں اپنی جہالت والی زندگی میں ہی مر جاتا تو یقیناً میری آخرت کا معاملہ بہت خطرناک ہوتا مگر اب مجھے اپنے اللہ پر بہت زیادہ امید ہے کہ وہ مجھے رسوائی سے بچائے۔
اللهم لاتواخذنا يوم القیامہ اے اللہ! (ہمیں بروز قیامت رسوا نہ کرنا۔) محترم والدین! دنیا میں ہر شخص کا میاب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ مجھے بھی گھر سے کامیاب زندگی گزارنے کی تربیت ملی۔ ایک کامیابی دنیا کی ہے جو عارضی، فانی، ناپائیدار اور غیر حقیقی ہے اور ایک کامیابی آخرت کی ہے جو مستقل، غیر فانی، پائیدار اور حقیقی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے آخرت کی کامیابی کے رستے کو اپنانے کی توفیق دی۔ دنیا میں یقیناً آپ کی مجھ سے جو امیدیں تھیں میں نے انہیں پورا نہیں کیا مگر ان شاء اللہ بروز قیامت آپ کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہوں گا۔ میری شہادت کی قبولیت کی دعا کریں۔ دعا کریں کہ اس شہادت میں ریاکاری کا کوئی عنصر نہ ہو بلکہ یہ خالصتاً اللہ رب العزت کے لیے پیش کی گئی ہو۔ یہ میرا آخری مکتوب ہے۔ اب انشاء اللہ جنت الفردوس کے دروازے پر ملاقات ہوگی۔

محترم والد صاحب! میں نے آپ کے لیے بہت دعائیں کیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں، احسان مند ہوں کہ آپ نے میری ایسی تربیت کی کہ میں اپنے لیے اچھے اور برے کی تیز کر سکوں۔ میں نے ان شاء اللہ اچھائی والے رستے کو اپنایا ہے اور برائی والے رستے کو ترک کیا ہے۔ میری وجہ سے آپ کو بہت تنگ ہونا پڑا۔ آپ بیمار بھی ہوئے لیکن یہ سب مصائب عارضی ہیں۔ دائمی اور مستقل تو آخرت ہے۔ عمر کے آخری حصے میں اس کی تیاری کریں۔ نماز کی پابندی کیا کریں۔ میں جانتا ہوں وضو کرنا اور چلنا پھرنا آپ کے لیے مشکل کام ہیں مگر جتنی بڑی آزمائش ہو اجزیبھی اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔ اللہ نے گھر کے قریب مسجد کی نعمت عطا کی ہے۔ آپ باجماعت نماز کی پابندی کریں۔ ”ان شاء اللہ“ اللہ آپ کو صحت عطا کریں گے۔ اچھی دینی کتب منگوا کر ان کا مطالعہ کریں۔ خاص طور پر فقہ انکار حدیث پر مبنی لٹریچر کا مطالعہ کریں۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتب اس موضوع پر بہت شاندار ہیں۔ ترجمہ و تفسیر قرآن کو ضرور اپنے روزمرہ کی مصروفیات میں شامل کریں۔

پیاری امی جان! اللہ آپ کو خوش رکھے، ہمیشہ شرک سے بچنا۔ جس کے اندر رائی کے دانے کے برابر شرک ہو اس کے سارے اعمال برباد ہیں۔ جاوڑو نہ، تعویذ وغیرہ یہ سب شرک ہیں۔ امی جان! ہمیشہ ان چیزوں کے سائے سے بھی بچنا۔ اللہ سے میری شہادت کی قبولیت کی دعا کرنا۔ اللہ آپ کو صحت و پختہ عقیدہ عطا فرمائے۔ میری شہادت کی خبر پر رونا بالکل نہیں۔ بہادر بیٹے کی بہادر ماں بننا۔ شہدائی عزت کا خیال رکھنا۔ حوصلے سے میری شہادت کی خبر سننا شہادت کی خبر سن کر اللہ کا شکر ادا کرنا اور شکرانے کے نوافل پڑھنا۔ مجاہدین سے محبت کرنا۔ وہ ساتھی جو میری شہادت کی خبر لے کر آئیں ان کی خاطر مدارت کرنا۔ اگر عورتیں تعزیت کرنے آئیں تو ان کو تعزیت نہ کرنے دینا بلکہ انہیں کہنا کہ وہ آپ کو مبارکباد دیں کیونکہ آپ کا بیٹا مرنا نہیں ہے بلکہ وہ تو ان شاء اللہ زندہ ہے اور اللہ کی جنتوں سے رزق کھا رہا ہے۔ اب ان شاء اللہ جنتوں میں ملاقات ہوگی۔

محترم بڑے بھائی! مجھ سے اگر ناراض ہو تو اللہ کے لیے مجھے معاف کر دینا۔ اللہ کے لیے داڑھی ضرور رکھ لیں اور نمازوں کی پابندی کریں۔ بغیر عمل کے محض عقیدہ کچھ کام نہیں آئے گا۔ دنیا داری شہیدوں کے لیے محبوب قاتل ہے، چھوڑ کر جہاد کی طرف آجائیں۔ اللہ رب العزت ان شاء اللہ رزق کے دروازے کھول دیں گے۔ اپنی اولاد کو مجاہد بنانا، والدین کی خدمت کرنا۔ یہ آپ کے لیے جنت کی کنجیاں ہیں۔ میں تو کالہو دیکھ کر، استاد اور اپنے رہنما ان کی خدمت نہ کر سکا مگر آپ انہیں میری کمی محسوس نہ ہونے دینا۔ مجھے امید ہے کہ میری شہادت کے بعد میرا بدلہ لینے کے لیے اور میری گری ہوئی گن اٹھانے کے لیے گرتی مسجدیں، ہنپتی عصمتیں دیکھ کر شروع کیا

تھا تو پھر... ابھی بہت سے کام باقی ہیں۔ ابوصخر عبدالماجد کا لبوکل بھی بہہ رہا تھا اور آج بھی بہہ رہا ہے۔ ابھی ہم نے احمد آباد اور گجرات کی بہنوں کے آنسو نہیں پونچھے... ابھی ہم نے کشمیری ماں کے سر پر وعدے کیے مگر آج ان کے قدم اس راستے پر چلتے ہوئے ڈگمگا رہے ہیں۔ جب ابو صخر ان کے درمیان تھے تو ان کا ایمان بہت بلند تھا مگر آج جب کہ وہ ہمارے درمیان نہیں... تو یہ نوجوان جہاد کی ان راہوں پر

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

ابوصخر عبدالماجد شہید ﷺ

معزز قارئین! اس سارے عمل کے پیچھے سیاسی رنگ ہے کہ HEC کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے اختیارات کو چھینا جاتا ہے اور کرپٹ حکمران اس ادارے کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں کیونکہ HEC نے 51 اراکین پارلیمنٹ کی ڈگریوں کا جعلی ہونا ثابت کیا ہے۔ 250 کے قریب اراکین پارلیمنٹ وہ ہیں جن کی ڈگریوں کو مشکوک قرار دیا لیکن اس کے باوجود سپریم کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اراکین پارلیمنٹ نے اصل اسناد پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی اراکین پارلیمنٹ ملک میں قانون سازی کر رہے ہیں اور ایسے قومی بجٹ کی منظوری دے رہے ہیں جس سے ملک میں تعلیم اور سائنس و ٹیکنالوجی زوال پذیر ہے۔ جس میں ان کا ذاتی مفاد ہے۔

معزز قارئین! تعلیم جیسا اہم شعبہ جو ملکی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس شعبہ کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جا رہا ہے اور اس کے پاس فنڈز نہ ہونے باعث ان کو بنیادی سہولتیں میسر نہیں۔ اس کے باعث گورنمنٹ سیکلری یونیورسٹیوں میں بھاری فیسوں کے باوجود طلباء کو سہولتیں میسر نہیں کر پاری ہیں اور اب ملک کی بیشتر یونیورسٹیوں میں ہاسٹل اور ریسرچ کے لیے جدید لیبرز دینے سے قاصر ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ یونیورسٹیوں میں لیکچر روزمرہ کی کمی اور اگر کمی نہیں ہے تو اس میں طلباء کے بٹھنے کے لیے سیٹوں کی کمی ہے، پرسکون ماحول نہیں ہے اور اعلیٰ تعلیمی ادارے بجٹ کی کمی کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باصلاحیت شاف کی تقرری نہیں کر پارہے ہیں۔ اس وجہ سے طلباء کو جدید طریقوں کے مطابق اعلیٰ تعلیم دینا مشکل ہے اور بہت سے طالب علم متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھاری فیسوں کی ادائیگی نہیں کر پارہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ 4500 سے زائد بین طلباء جو HEC اسکالرشپ پر غیر ملکی یونیورسٹیوں میں تعلیم کر رہے ہیں۔ کچھ طالب علم جن کو HEC کی طرف اسکالرشپ پر داخلے ملے ہیں ان کے وظائف رکھنے کی وجہ سے وہ بھی پریشان ہیں کیونکہ زیادہ تعداد متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس صورت حال کا پتہ ہونے کے باوجود ہائر ایجوکیشن کمیشن کے سربراہان کو کم از کم ان طلباء کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا تاکہ طلباء کا کیریئر تباہ نہ ہوتا۔ اس کے لیے ضروری ہے HEC کے پالیسی ساز پیشہ ور کارکنان اور اساتذہ جو موجودہ اور نئی حکمت عملیوں میں بہتری لاکر بائیر ایجوکیشن کی ترویج میں کردار ادا کر رہے ہیں، ان کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں اور دوسری طرف حکومت کو چاہیے کہ وہ HEC کے فیصلوں میں بلاوجہ مداخلت نہ کرے اور HEC کے لیے مزید فنڈز کا اجرا کرے تاکہ اعلیٰ تعلیمی ادارے ملک و ملت کی خدمت میں بہتر کردار ادا کر سکیں۔

☆.....☆.....☆

اگلا درس کس دن اور کس ہوٹل کی مسجد میں ہوگا؟

پھر وہ وقت بھی آیا جب عبدالمجید بھائی تمام تربیتی مراحل طے کر کے جہادی سفر پر روانہ ہو گئے۔ یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد والدین کی طرف سے کافی دباؤ آیا مگر انہوں نے صبر و تحمل کے ساتھ والدین کو نصیحت کا عمل جاری رکھا اور پھر الحمد للہ کچھ ہی عرصہ بعد والدین نے کافی حد تک مخالفت ترک کر دی۔ تربیت لینے کے بعد امیر کے حکم پر تقریباً تین سال تک وہ نئے آنے والے مجاہدین کو تربیت دیتے اور ان کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت کی روح پھونکتے رہے۔ اس سارے عرصہ کے دوران انہوں نے کتنے ہی نوجوانوں کو میدانِ مقل کی طرف روانہ کیا ان سے دعائیں لیں، دعائیں کیں، وعدے کیے اور وعدے لیے۔ ہر موقع پر وہ غم آنکھوں سے جانے والوں کو دیکھتے اور پھر خود رب سے دعا کرتے کہ مجھے بھی اس کٹھن راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ کبھی رو کر، کبھی گڑگڑا کر اور کبھی چھپ چھپ کر رات کی تنہائیوں میں وہ اپنے رب سے دعا کرتے تھے۔ بالآخر رب کی رحمت جوش میں آئی... انہیں امیر صاحب سے اجازت مل گئی اور وہ میدانِ مقل کی طرف روانہ ہو گئے۔

کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے کہ بندہ اپنے رب سے ملنے کے لیے بے تاب ہوتا ہے مگر رب اپنے بندے سے ملاقات کے لیے زیادہ بے چین ہوتا ہے۔... عبدالمجید بھائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلی دفعہ میدانِ مقل گئے اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پہلی کاروائی میں ہی اپنے پاس بلا لیا۔ اس جہادی زندگی کے دوران ان کی شادی بھی ہوئی مگر اس کے باوجود جب امیر نے ان کو میدانِ مقل کی طرف بلایا تو وہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی کی خوشیوں اور بیوی کی محبتوں کو اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا بلکہ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے یہ بات ثابت کر دی کہ رب کی محبت کے آگے اور کسی محبت کی کوئی حیثیت نہیں اور جب جی علی الجہاد کی آواز کانوں میں پڑ جائے تو پھر اپنے بچوں کی قلقلاریاں، بیوی کی مسکراہٹیں اور ماں باپ کی آرزوئیں..... سب کچھ بے حیثیت ہو جایا کرتی ہیں۔

اے امت مسلمہ کے نوجوانو! اے کاندقلم کی دنیا میں رہنے والے طالب علمو! ابو محضر عبدالمجید شہید کا بہتا ہوا ہوتے سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا صرف قلم کا بوجھ اٹھانے والے ہاتھ گرتی ہوئی کلاشن کو گرنے سے بچا سکیں گے؟

کیا خون کا بدلہ خون بہانے کی بجائے صرف قلم کی سیاسی بہانے سے ادا ہو جائے گا؟؟

اور کیا صرف دعا کے لیے اٹھائے گئے یہ ہاتھ گن اٹھائے بغیر رب کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں گے....؟؟؟

آنجل نہیں رکھا.... بانڈی پورہ اور لولاب کے جنگلوں میں ابھی تک شہیدوں کا خون جھلکتا ہے.... کشمیر کی گل پوش وادیوں میں کھلنے والے زعفران کے پھولوں کی پتی پتی پر ابھی تک لٹتی عصمتوں، گرتی مسجدوں اور جلتے قرآنوں کا دکھ دکھا ہے.... مسجد اقصیٰ ابھی کفر کے گھیرے میں ہے.... عراق، افغانستان، فلسطین، شیشان، کشمیر اور اب برما کے شہیدوں کا بہتا ہوا لبوباب بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

امت مسلمہ کے نوجوانو! ہماری طرف دیکھو! ہم صبح کے وہ ستارے ہیں جو بھٹکے ہوئے قدموں، بکھرتی سانسوں اور بند ہوتی آنکھوں کو صبح روشن کی نوید سناتے ہیں۔ ہم نے اس امت کو جینے کا طریقہ بھی بتایا ہے اور مرنے کا سلیقہ بھی! ہم نے کفر کے آگے کلمہ حق بھی کہا ہے اور مظلوم کے سر پر آنجل بھی رکھا ہے۔ ہمارے نقش قدم پر چلو گے تو دنیا میں بھی عزت پاؤ گے اور آخرت میں بھی ورنہ.... اگر تم نے ہم سے منہ موڑ کر اپنے اسلاف کو بھلا دیا تو تمہیں دنیا میں بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں بھی! ابو محضر عبدالمجید کا بچپن ان لوگوں سے کافی مختلف تھا جو زندگی کو فقط کھیل تماشا سمجھتے ہوں۔ بچپن میں ہی ان کا چہرہ دیکھنے والے کو یہ احساس دلاتا تھا کہ ایک مسلمان کا مقصد اس کی زندگی سے بڑا ہے۔ اپنے اسکول کی زندگی میں ایک مخفی اور ذہین طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو ایک شاندار مقرر بھی ثابت کیا۔ ہم جماعت اور دوست جس سبق کو گھنٹوں رٹا لگا کر یاد کرتے۔ ابو محضر بھائی اسی سبق کو چند بار دہرانے کے بعد من و عن سنا دیا کرتے تھے۔ سکول و کالج کے زمانے میں ان کے دوست و اقارب اپنی اپنی زندگیوں کو زیادہ سے زیادہ پر آسائش کرنے کی کوشش میں راتوں کی نیندیں اور دن کا چھین حرام کر رہے تھے مگر عبدالمجید بھائی اپنی معمول کی زندگی میں فقط آج کا کام کل پر مت چھوڑو پر عمل کرتے تھے۔ ان کے دل میں کچھ گزر گزرنے کے لیے جذبات تھے مگر واضح نصب العین نہیں تھا۔ ان کی حالت اس شخص سے مختلف نہ تھی جو اپنے رب کو پہچانتا تو ہو اور اس کی عبادت بھی کرنا چاہتا ہو مگر اسے معلوم نہ ہو کہ عبادت کیسے کی جائے۔

پھر زندگی نے ایک موڑ لیا اور یونیورسٹی کے شب و روز میں انہیں کچھ ایسے نوجوان ملے جنہوں نے عبدالمجید کو سر سے لے کر پاؤں تک یکسر تبدیل کر دیا۔ محبت دین اسلام اور جہاد کا صحیح شعور عطا ہوا اور پھر انہوں نے دیر نہ کی۔ انہوں نے اپنے باقی دوستوں کو بھی جہاد کی طرف بلانا شروع کیا اور پھر کارواں بڑھتا گیا۔ وہ جو پہلے ہر قسم کے موضوعات پر بلا تکلف تقاریر کرتے تھے اب ہوٹل کی مسجد میں صرف جہاد اور اسلام پر بولتے نظر آتے۔ یہ ان سے محبت کی علامت تھی کہ دوسرے مکاتب فکر بالخصوص مخالف سوچ رکھنے والے طلباء بھی ساتھیوں سے آکر سوال کرتے کہ عبدالمجید بھائی کا

کالجز کی کمی اور موجود کالجز میں ناقص معیار تعلیم کی بدولت

ٹیوشن کلچر کی بھرمار

حکومت کو چاہیے کہ فضولیات میں سرمایہ برباد کرنے کی بجائے تعلیمی نظام اور تعلیمی اداروں پر توجہ دے

جرمانے کے بعد ہی اس کا داخلہ جاسکے گا۔ اب جو تو ہاں کر لے اور استاد سے ٹیوشن پڑھنا شروع کر دے تو اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ سکول میں چاہے لیٹ آئے اور سکول کا کام کرے یا نہ کرے.... اسے کچھ نہیں کہا جاتا اور جو اکڑ جائے اور ٹیوشن پڑھنے سے انکار کر دے تو وہ استاد کی ”خاص نظر“ میں ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کی پکڑ ہوتی ہے اور اس کی چٹائی کی جاتی ہے۔ اس طرح کے کئی سکول میری نظر سے گزرے ہیں۔ اب جبکہ سرکاری اساتذہ ہی اس طرح کا علیحدہ کاروبار چکا رہے ہوں اور ان کی قطع نظر پیسہ کمانا ہو تو سکول میں کس طرح طلباء کی پڑھائی پر توجہ دیں گے۔ اب جبکہ تعلیم کا معیار ہی یہ ہو گا تو بچے یقیناً ٹیوشن کی ضرورت محسوس کریں گے۔ ٹیوشن پڑھنے والے طلباء کا زیادہ تر تعلق کالجز سے ہوتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو سرکاری کالجز کی کمی ہے۔ اب ہم لاہور ہی کی بات کریں کہ جسے کالجوں کا شہر کہا جاتا ہے تو آج بھی لاہور کے بیرون علاقوں خصوصاً دیہاتوں سے میلوں سفر کر کے اور بھاری کرائے ادا کر کے آنے والے طلباء کالجوں کا رخ کرتے ہیں۔ ان کی اکثریت درمیانے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے والدین کوشش کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کو سرکاری کالجوں میں ہی پڑھائیں۔ اب جب ان کے بچے کالجز میں پہنچتے ہیں تو کالجز میں نشستیں مخصوص ہوتی ہیں جس کی وجہ سے طلباء کی ایک کثیر تعداد جو مخصوص نشستوں اور زیادہ میرٹ ہونے کی وجہ سے داخلہ نہیں لے پاتی۔ انہیں مجبوراً پرائیویٹ کالجز اور اکیڈمیز میں داخلہ لینا پڑتا ہے۔ جبکہ سرکاری کالجز میں داخلہ لینے میں کامیاب ٹھہرتے ہیں تو انہیں پروفیسرز بلیک میل کرتے ہیں۔ ان پروفیسرز میں سے اکثریت نے اپنی پرائیویٹ اکیڈمیز کھول رکھی ہوتی ہیں۔ اگر یہی پروفیسرز کالجز میں ہی سرکاری تنخواہ پر محنت سے پڑھائیں اور اپنی ذمہ داری کے ساتھ غلط ہوں تو ٹیوشن رکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

(باقی صفحہ 18 پر)

کروائی جاتی ہے۔ طلباء جو کہ پہلے ہی پڑھائی سے بیزار ہوتے ہیں۔ ان دکش آفرز میں آکر سکول یا کالج میں پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے۔ امتحان قریب آجائیں تو جگہ جگہ اکیڈمیز کی طرف سے بورڈز اور بیٹرز نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، 100% رزلٹ کے لیے ہمارے گیس پیپرز حاصل کریں۔ طلباء انہی گیس پیپرز پر انحصار کرتے ہوئے محنت چھوڑ دیتے ہیں۔ اب اگر پاس ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ یہی اکیڈمیز دوبارہ بیٹرز اور اشتہاروں کے ذریعے مزید پیسے بٹورنے اور ری سہی کسرنے کے لیے اشتہارات دینا شروع کر دیتی ہیں۔ سلیمنٹری کے امتحان کی 100% گارنٹی کے ساتھ تیاری اور دوبارہ انہی

محمد احمد

گیس پیپرز کے رٹے لگوائے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جال ہے جو طلباء کی تعلیم کا استحصال کر رہا ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہی نظام آج کے کھوکھلے ڈگری ہولڈرز پیدا کر رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ طلباء کے بدلے ہوئے اس تعلیمی رجحان کی

طلباء انہی گیس پیپرز پر انحصار کرتے ہوئے محنت چھوڑ دیتے ہیں۔ اب اگر پاس ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ یہی اکیڈمیز دوبارہ بیٹرز اور اشتہاروں کے ذریعے مزید پیسے بٹورنے اور ری سہی کسرنے کے لیے اشتہارات دینا شروع کر دیتی ہیں

وجہ کیا ہے۔ سرکاری سطح پر چلنے والے سکولوں میں اساتذہ کا ایک خاص طبقہ وہ ہے جو کہ تعلیم کے نام پر طلباء کو بلیک میل کر رہا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میرے کزن نے گھر آکر بتایا کہ میرے سر نے کہا ہے کہ سکول ٹائم کے بعد ٹیوشن پڑھنا لازمی ہے اور مزید کہا ہے کہ جو بچہ میرے پاس پڑھے گا میں اسی کا داخلہ بھیجوں گا اور جو نہیں پڑھے گا میں اس کا داخلہ روک لوں گا۔ پھر بھاری

مجھے یاد ہے جب کبھی بچپن میں ہم ابا جی کے پاس بیٹھتے اور تعلیم کے حوالے سے گفتگو ہوتی تو وہ کہتے کہ ہمارے دور کے میٹرک پاس بھی آج کے بی۔ اے یا ایم۔ اے کیے ہوئے نوجوانوں سے بہتر تھے۔

اس دور میں ہمارے علاقے میں ایک ہی ہائی سکول تھا۔ جہاں ہم میلوں پیدل یا سائیکل پر سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ تب پڑھنے کا شوق بھی تھا اور ذوق بھی اور اساتذہ بھی محنت سے پڑھایا کرتے تھے۔ اکیڈمی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ سکول سے پڑھ کر آتے تو گھر میں کچھ پڑھ لیا کرتے تھے۔ ہمارے دور کا پڑھا ہوا آج کوئی اچھا اور قابل ڈاکٹر ہے یا وکیل یا کوئی پروفیسر!!!

اب بات موجودہ دور کی کریں تو شاید سکولوں اور کالجوں کی تعداد میں تو کسی حد تک اضافہ ہوا ہے۔ لیکن نظم و ضبط وہ نہیں جو کبھی پہلے دور میں تھا۔ سکولوں میں تو پھر بھی تھوڑا بہت نظم و ضبط اور اساتذہ کا احترام باقی ہے لیکن کالجوں میں بہت بُرا حال ہے۔ سرکاری کالجوں کی بات کریں تو طلباء وہاں ایسے جاتے ہیں گویا کسی بازار میں گھومنے جاتے ہیں۔ نظم و ضبط کی باتیں صرف نوٹس بورڈز تک محدود ہیں۔ اگر کسی کلاس میں رجسٹر پر حاضری 60% ہے تو درحقیقت یہ 20% ہوگی۔ جبکہ ٹیوشن سنٹر ہمیں کچھ کھج بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کالج ویران جبکہ اکیڈمیز اور ٹیوشن سنٹروں کی بھرمار اتنی کہ ہر گلی، بازار اور چوک میں ان کے بورڈز نظر آئیں گے۔ داخلے تو کالجوں میں لیے جاتے ہیں لیکن پڑھنے کے

لیے اکیڈمیز کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو!!! ان اکیڈمیز کی تعلیمی قابلیت ہی اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ جیسے سالہا سال سے یہی پی ایچ ڈی ہولڈرز فراہم کر رہی ہیں۔

کچھ اس طرح کہ اگر امتحان میں 100% کامیابی چاہتے ہیں تو ہم سے آکر پڑھیں۔

ہمارے ہاں ہر کتاب کی تیاری صرف 10 سوالوں پر

اللہ رب العالمین نے فطرت انسانی کو کچھ ایسے لطیف جذبات سے مزین کیا ہے کہ جن کا صرف احساس کیا جاسکتا ہے۔ ان کو پرکھنے کے لیے کوئی معیار مقرر نہیں۔ انہی جذبات میں سے ایک محبت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کائنات اسی محبت کی وجہ سے چمکتی دکھتی اور رواں دواں نظر آتی ہے تو یہ بات بعید از قیاس نہ ہوگی۔ انسان کی مختلف چیزوں سے محبت اس کی زندگی کے پیچھے کو رواں دواں رکھتی ہے الغرض جذبہ محبت ہی اس انسانی دھرتی کا خاصہ ہے۔

”کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو پس تم میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“
(سورۃ ال عمران)

یہ نصوص محبت نبوی ﷺ کو روز روشن کی طرح عیاں

تقاضے رقم کیے کہ تاریخ مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ان لوگوں نے جان، مال، اولاد، گھر، کنبہ، قبیلے، سوسائٹی، کاروبار الغرض ہر چیز سے بڑھ کر محمد عربی ﷺ سے محبت کی۔ ان لوگوں نے اپنی جانوں کو نذرانے پیش کر کے، فاقوں کو برداشت کر کے، معاشرے کی مخالفت کو مول لیکر، گھر بار اور کاروبار کو قربان کر کے محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی وجہ سے انکے ایمان کو ہمارے لیے معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

رسول ﷺ کی ذات سے محبت ہر مسلمان کی فطرت میں شامل ہے جس کا مظاہرہ صحابی رسول محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور اس گستاخ کو قتل کر کے ثابت کر دیا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے

”اگر تم ان لوگوں (صحابہ) کی طرح ایمان لاؤ تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔“ (سورۃ البقرہ)

گلشن صحابہ کے چمکتے پھولوں سے معطر ہو کر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ ہم محبت رسول ﷺ کے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اب آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب بات بنی ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ قیامت کب آئے گی؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟

اس نے عرض کیا ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔“

نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے

کر رہی ہے۔ اصل میں محبت رسول وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہے، زبانی کلامی عشق رسول کے دعوے کرنے سے بات نہیں بنے گی۔

عمران بن عبدالعزیز

خود نے کہہ بھی دیا لا الہ الا اللہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

محبت رسول ﷺ کے عملی مشاہدہ کے لیے ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز محبت دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے محبت کے لیے

دل کے پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کی طرف مائل ہونے کا نام محبت ہے۔ ماں باپ، بہن بھائی اولاد اور بیوی سے محبت انسان کا فطرتی تقاضا ہے۔ لیکن ایک مومن اور مسلمان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہونی چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔“ (البقرہ: 165)

چونکہ اللہ رب العالمین کو اس نیلے آسمان کے نیچے اور ارض خاکی کے اوپر سب سے محبوب ہستی محمد ﷺ کی ذات ہے۔ اسی لیے ہی ایک مسلمان کے لیے آپ سے دلی محبت کرنا ایمان کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے۔ بقول اقبال.....

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز کیا ہے لوح و قلم تیرے ہیں
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، والدین اور سارے لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری)

معیار محبت:

نبی اکرم ﷺ نے اپنی محبت کا معیار بتاتے ہوئے فرمایا:

”جس نے میرے طریقے سے محبت کی، تحقیق اس نے میرے ساتھ محبت کی۔ جس نے میرے ساتھ اس طریقے سے محبت کی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔“ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو نبی ﷺ کی محبت سے مشروط کرتے ہوئے فرمایا:

شمع نبوی کے پروانے

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے معیار ایمان اور انداز محبت کو عیاں کرتی منفرد تحریر

اتنی بات زیادہ مسرت نہیں ہوئی جتنی نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی ”بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی“ سے ہوئی۔

حضرت انس نے مزید فرمایا کہ میں اللہ، اس کے رسول ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہما اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) میں انہی کے ساتھ ہوں گا۔ اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔ (صحیح مسلم)

ہم نے بھی اسی تناظر میں اپنا محاسبہ کرنا ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے کتنی محبت ہے۔ کہیں ہمارے آئیڈیل ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے بجائے فلمی اداکار تو نہیں۔ کہیں ہم شکل و صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سا بننے کے بجائے ان فلمی اداکاروں جیسا بننے کی کوشش تو نہیں کر رہے۔ یاد رکھو نبی ﷺ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر داڑھی تھی۔ کیا ہمارے چہروں پر داڑھی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ اب ہم خود فیصلہ کر لیں کہ ہم قیامت والے دن کن کے ساتھ ہونا چاہتے ہیں۔

ابود جہانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا۔ نیزے ان کی کمر میں پیوست ہوتے رہے لیکن وہ آنحضرت ﷺ پر برابر جھکے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نیزے ان کے جسم میں پیوست ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے (نیزوں کے گلے کے باوجود) حرکت تک نہ کی۔ (سیرت ابن ہشام)

میرے بھائیوں وہ کون سی قوت تھی جس نے حضرت ابود جہانہ رضی اللہ عنہ کو نیزوں

کے وار کھانے کے باوجود رسول ﷺ پر ڈھال بنائے رکھا یہاں تک کہ انہوں نے حرکت تک نہ کی؟ بلاشبہ یہ نبی کریم ﷺ سے سچی محبت تھی جو ان کے دل میں جا گزریں ہو چکی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر ایک گروہ کو فصح نامی شراب پلا رہا تھا۔ رسول ﷺ نے ایک منادی کو نیا لے کر حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: سنو! شراب کو حرام کر

دیا گیا ہے۔ ابوطمہ نے مجھ سے کہا: یہ شراب باہر اٹھیل دو۔ میں اٹھا اور شراب باہر اٹھیل دی اور وہ گلیوں میں سیلاب کے پانی کی طرح بہنے لگی۔

(صحیح بخاری فتح الباری)



اس واقع پر ذرا غور کیا جائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعت سمجھ آجائے گا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی مہمان نوازی بھی شراب کے بغیر نامکمل ہوا کرتی تھی۔ وہ اس کے عادی ہو چکے تھے لیکن ان ساری باتوں کے باوجود جب آپ ﷺ نے اس سے منع کیا تو کسی نے

چونکہ اللہ رب العالمین کو اس نیلے آسمان کے نیچے اور ارض خاکی کے اوپر سب سے محبوب ہستی محمد ﷺ کی ذات ہے۔ اسی لیے ہی ایک مسلمان کے لیے آپ سے دلی محبت کرنا ایمان کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے

بھی عذر پیش نہ کیا بلکہ ”سمعنا و اطعنا“ کا پیکر بننے ہوئے اس کی طرف دوبارہ دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔

انس رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ اطاعت رسول ﷺ ہی محبت رسول ﷺ ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ سے محبت وہی رکھتا ہے جو کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ اسی لیے دنیا و آخرت سنوارنے کے لیے قرآن و حدیث پر

عمل کرنا ہوگا۔ قرآن اور صحیح حدیث کے مقابلے میں ہر کسی کے قول کو رد کرنا ہوگا تاکہ ہم فلاح پا سکیں۔ ہم بھی روزانہ اپنے غلط اعمال کیخلاف کئی حدیثیں سنتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی حدیث میرے دل کی دنیا میں اتر کر ہماری زندگی تبدیل کر گئی ہو؟ صحابہ نے تو ایک فرمان پر اپنی سابقہ روش کو قربان کر دیا تھا لیکن میں اپنی محبت کے دعووں میں کس حد تک سچا ہوں؟ نبی ﷺ سے میری محبت نے میرے لباس، شکل و صورت، پسند و ناپسند، زندگی کے معیار، شب و روز، گھر کے ماحول اور دوستی و دشمنی کے معیار کو کس حد تک تبدیل کیا ہے؟؟؟

کعب بن اشرف یہودی کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا: ”کعب بن اشرف کا کام کون کرے گا؟ یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔“ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ اسے قتل کروانا چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے خلاف کچھ کروں۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ پھر جناب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس آئے اور شکایت کرنے لگے کہ اس آدمی (نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ کیا) نے صدقہ و خیرات مانگ کر ہمارا جینا دو بھر کر دیا ہے۔ جب کعب نے سنا تو کہنے لگا: ہاں! اللہ کی قسم تم ضرور اس آدمی سے اکتا جاؤ گے۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے دوستی کے بہانے موت کی بھیٹ چڑھا دیا۔

(بخاری، مسلم)

رسول ﷺ کی ذات سے محبت ہر مسلمان کی فطرت میں شامل ہے۔ جس کا مظاہرہ صحابی رسول محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور اس گستاخ کو قتل کر کے ثابت کر دیا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی جانباری اس بات کی دلیل ہے کہ رسول ﷺ کے خاکے پر گستاخانہ قلم بنانے والا ملعون ٹیری جو زبہ بھی واجب القتل ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم جیسی محبت و اطاعت نصیب ہو۔ آمین

☆.....☆.....☆



مطالعہ کیسے کریں؟

مطالعے کا مقصد عبارتوں کو رٹنا نہیں بلکہ ان کو سمجھ کر علمی صلاحیتوں کو نکھارنا ہے

..... اس کے بعد تمام عبارت کو، مکمل توجہ سے پڑھ لیں۔ لو جی آپ نے اپنا ہدف پورا کر لیا ہے..... یقین نہیں آیا تو لکھ کر دیکھ لیں۔ لکھنے سے آپ کا خط اچھا ہوگا اور آپ نے جو یاد کیا ہے وہ دیر تک یاد رہے گا۔ آپ اپنی غلطیوں کو نوٹ کریں اور جو آپ نے نہیں لکھایا غلط لکھا ہے اسے دوبارہ یاد کریں۔

○..... اس طرح آپ ایک دن میں، روزانہ ہر نصابی کتاب کا کچھ ہدف طے کر کے مطالعہ کریں اور لکھ کر دیکھ لیں۔ جب بھی پڑھنے بیٹھیں تہیہ کر لیں کہ اتنا یاد کرنا ہے اتنے وقت میں۔ پڑھتے وقت ادھر ادھر دیکھنا، کتاب کے ورق پلٹنا وغیرہ چھوڑ دیں۔ یادداشت کا تعلق ہماری مشاہدہ کرنے کی صلاحیت، دلچسپی اور انہماک سے ہے۔ اگر ہم کسی بات کو سنتے ہیں، کسی کتاب کو پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو دلچسپی ہو، اسے توجہ سے سنا، پڑھا ہو، تو وہ کبھی نہیں بھولتی اور جن چیزوں سے دلچسپی نہیں لیتے وہ جلد بھول جاتی ہیں۔

حفظ کرنے کی عام ترکیب ہے، شمار کرنا، درجہ بندی کرنا، اور اسے خیالی دہرانا بلکہ کر دیکھ لینا، دوسروں سے اس موضوع پر گفتگو کرنا، اپنے دوستوں سے اس پر بات کریں۔ بعض بچے یاد کر کے رٹنا ہوا ایک دوسرے کو سناتے ہیں، ایسے نہیں..... آپ نے سیکھا کیا ہے، سمجھا کیا ہے اس کو بتانا ہے۔ میں نے بہت سے اسباق اپنے تعلیمی دور میں اپنے استاد کی بات پر عمل کرتے ہوئے یاد کرنے کے بعد اپنی امی، نانی، دادی کو سنائے جیسے کہانی سناتے ہیں، آپ کے گھر میں بھی بزرگ ہوں گے ان کو سنائیں، رات کو ان کے پاس بیٹھیں، یقین کریں ان باتوں پر عمل کر کے دیکھیں، بزرگ خوش ہو جائیں گے۔

جب آپ نے صرف ایک ہفتہ ان باتوں پر عمل کر لیا تو آپ سابقہ طریقہ مطالعہ یعنی، رٹنا، کے خلاف ہو جائیں کیونکہ ویسے بھی کسی چیز کو رٹنا علم نہیں ہے بلکہ اس کو سمجھنا علم ہے۔

میں تقریباً 300 الفاظ پڑھ سکتا ہے۔ میں نے لکھا ہے عام آدمی۔ الفاظ کو انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے پڑھیں۔ جملہ کو بیک نظر دیکھیں اور اس سے مفہوم حاصل کریں لفظوں کو زبان سے ادا کیے بغیر مفہوم سمجھنا، آپ ان باتوں پر عمل کریں پڑھنے کی رفتار تیز ہو جائے گی۔

○..... اس کے بعد دوسری بار آپ ٹھہر ٹھہر کر، سمجھ کر، پڑھنا شروع کریں۔ مشکل الفاظ الگ کرتے جائیں، ان پر نشان لگائیں۔ خاص بات کو انڈر لائن کریں، ایک پیرا اس طرح پڑھیں۔ اس پیرے میں کیا پڑھا ہے؟ کیا آپ نے اس کا مفہوم

محمد یاسین صدیق

سوچنا ہے۔ الفاظ کو دہرانا نہیں۔ عبارت میں کیا بتایا گیا ہے، آپ نے یہ سوچنا ہے، بتانے کے لیے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو رٹنا نہیں ہے۔ اس بات کو آپ اچھی طرح سمجھ لیں۔

الفاظ کے سروں پر اڑتے نہیں معنی
الفاظ کے سینوں میں اتر کر دیکھیں
اس طریقہ کار کے مطابق ایک ایک کر کے تمام پیرا گراف کا مطالعہ مکمل توجہ سے کریں اور تمام عبارت کے مفہوم کو دہراتے

ہم آپ کو یہاں مطالعہ کرنے کا طریقہ بتانے جا رہے ہیں۔ اس پر عمل کر کے آپ کم وقت میں زیادہ مطالعہ کر سکیں گے اور دیر تک یاد رہے گا۔ شرط وہی ہے..... عمل کر کے۔ اس طریقہ کار پر کئی ایک طلباء نے عمل کیا اور بہترین نتائج حاصل کیے۔ ایک بات جو میں نے اب تک محسوس کی وہ یہ کہ طلباء عام طور پر اپنا پسندیدہ طریقہ... رٹنا لگانے کو مشکل سے چھوڑتے ہیں یا چھوڑنا نہیں چاہتے۔ دراصل وہ رٹنا لگانے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، یا ان کا ذہن یا شعور نئی عادت کو جلدی سے قبول نہیں کرتا۔ اس لیے جب وہ نئے طریقہ کار کو اپناتے ہیں یا اپنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ذہن مزاحمت کرتا ہے، ویسے بھی عادت بدلنا آسان نہیں ہوتا اور وہ عادت جو ہو بھی پرانی۔ شروع شروع میں شاید آپ کے ساتھ بھی ایسا ہو لیکن اگر آپ نے خود کو اس کا عادی بنا لیا تو آپ بھی پرانے طریقہ کار کے خلاف ہو جائیں گے جس طرح بہت سے طلباء ہو چکے ہیں۔ اس تکنیک کو اچھی طرح سمجھیں۔

○..... سب سے پہلے آپ نے جو مطالعہ کرنا ہے اس کا ہدف طے کریں مثلاً آپ نے ایک سوال یاد کرنا ہے، دو یا چار یا مکمل باب، پھر آپ سوچیں کہ کتنی دیر میں یاد کرنا ہے..... تیس منٹ، چالیس منٹ، دو گھنٹے، میرا مشورہ ہے شروع میں ہدف آسان رکھیں اور وقت بھی کم رکھیں۔ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے اور ایک

یادداشت کا تعلق ہماری مشاہدہ کرنے کی صلاحیت، دلچسپی اور انہماک سے ہے۔ اگر ہم کسی بات کو سنتے ہیں، کسی کتاب کو پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو دلچسپی ہو، اسے توجہ سے سنا، پڑھا ہو، تو وہ کبھی نہیں بھولتی

باب..... آپ نے اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرنی ہے اگر آپ نے شروع میں ہی ہدف مشکل رکھ لیا تو مشکل ہوگی، اپنے قوت ارادہ، یقین اور فیصلہ کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ تب ہوگا جب آپ نے جو فیصلہ کیا ہو اس پر عمل کریں۔ اس معاملہ میں اپنے استاد سے مشورہ کیا جاسکتا ہے۔

○..... آپ نے جو ہدف رکھا ہے اس کو تیزی سے پڑھیں، آپ نے صرف تیزی سے پڑھنا ہے... وہ تمام عبارت جو آپ کا ہدف ہے۔ اپنی طبیعت کو تیز پڑھنے کی طرف راغب کریں جو مسلسل مشق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک عام آدمی ایک منٹ

چلے جائیں۔ اس طرح اپنے ہدف کی ساری عبارت کو پڑھیں اور ساتھ اس کے مفہوم کو سمجھیں۔

○..... تیسری مرتبہ مطالعہ سے پہلے مشکل الفاظ کے مطالب کو ایک نظر دیکھیں اور نشان زدہ خاص باتوں کو دہرائیں

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء ڈکنے کی چوٹ پر اپنا مافی الضمیر بیان کر رہا ہے۔ مضامین اور علم کے حوالے سے اس کا کوئی ثانی نہیں۔ امید ہے اسی طرح ترقی کرتا اور لوگوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتا رہے گا۔
اخبار طلباء کی پوری ٹیم کو اللہ سلامت رکھے۔ آمین

(عبدالرؤف حاطب سیف۔ جہانیاں منڈی)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء کی تمام ٹیم کو میری طرف سے سلام۔ میری تجویز یہ ہے کہ اخبار طلباء میں ہر دفعہ کوئی جہادی ترانہ یا کوئی حق و باطل کا محرکہ تحریر کیا جائے۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔ جزاک اللہ

(رائے عرفان۔ ستیانہ بگلہ)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری تجویز ہے کہ اخبار طلباء ہفت روزہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے لئے مہینہ بھر انتظار کرنا بہت مشکل ہے۔
(محمد ابراہیم۔ APS کالج گولارچی)
میرے بھائی ایسا فی الحال تو ممکن نہیں البتہ آپ کی اس محبت کا شکریہ

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے طلباء کارکنان اور ذمہ داران ساتھی ایمان کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ یہ رسالہ طلباء کی قرآن و سنت کے مطابق اصلاح کے لئے بہترین ہے۔ اگر اس رسالے میں موبائل فون کے نقصانات کا ذکر کیا جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ آج کل بہت سارے طلباء نائٹ پیکیج پر اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں۔
(بلال اظہار۔ صوابی)

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کل کے دور میں اخبار طلباء اندھیری رات میں ایک روشن چراغ کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ کچھلی دفعہ اخبار طلباء بہت زبردست تھا۔ جنید الرحمن بھائی کا مضمون بہت پسند آیا جو کہ بہت سارے واقعات اور سچی کہانیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ حافظ سعید صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر سورہ محمد ختم ہونے کے بعد تفسیر سورہ توبہ اور تفسیر سورہ یوسف بھی شائع کیجئے گا۔

(عدنان احمد۔ لوزدیر)

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء میں مشرور کے بارے میں معلومات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ اللہ تعالیٰ اخبار طلباء کو مزید ترقی عطا کرے۔
(میاں عبدالوحید۔ جھمرہ فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت نیک مطلوب ہوں۔ گزارش ہے کہ آپ صحابہ کرام رحمہم کی فضیلت پر ایک یا دو صفحات کا مضمون لازمی شائع کیا کریں۔ آپ کا اخبار طلباء بہت عمدہ ہے۔ اس میں بہت سارے دینی مسائل کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور بہت سی معلومات بھی ملتی ہیں۔
(خالد بٹ۔ سرگودھا)

☆☆☆☆☆



اپنی رائے اس نمبر پر بھیجئے 0334-7551755

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء کے تمام بھائیوں کو سلام لیکن ایک گزارش ہے کہ ہر بار اخبار طلباء میں امیر محترم کا خطبہ جمعہ ضرور شائع کیا کریں۔
جزاکم اللہ

(مطیع الرحمن محمدی۔ یونیورسٹی آف مالاکنڈ)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار طلباء کا مطالعہ کرنے سے روح کو مینے بھر کی خوراک مل جاتی ہے۔ خاص طور پر اندرونی آرٹ پیپر پر موجود آیت یا حدیث ایمان کو خوب بڑھاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ سے اسلام کی عظمت اور غلبہ کا کام لے۔ آمین
(احمد خلفان۔ گوجرانوالہ)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم ایڈیٹر صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ اخبار طلباء میں ایسے مضامین شائع کریں جو اسلام میں فرقہ واریت کو ختم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو۔ یعنی آئندہ اربعہ کے حالات زندگی اور تقلید کی گراہی سے لوگوں کو آشنا کیا جائے۔ امید ہے کہ آپ میری بات کا برا نہیں مانیں گے۔

(صفیات علی۔ سوات کونا)

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(فرخ۔ رحیم یار خان)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(ناظمہ قاسم۔ بیر محل)

☆☆☆☆☆

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(علی جراز کا موٹے۔ گوجرانوالہ)



مدد سے وجود میں آیا وہ

اس کے ذریعے ٹیکسٹ میسج کا جانا تھا۔ یعنی اس کے ذریعے صرف آواز کا ڈیٹا ہی نہیں بھیجا جاسکتا تھا بلکہ ٹیکسٹ میسج بھیجے جاسکتے تھے۔

2G ٹیکنالوجی سے دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا اور دنیا میں یہ بہت مقبول ہوئی۔

2G ٹیکنالوجی کے بعد بالآخر 3G ٹیکنالوجی معرض وجود میں آئی۔ لیکن اس نے 2G ٹیکنالوجی کو ختم نہیں کیا بلکہ 2G بھی جوں کی توں چلتی رہی بلکہ کچھ مزید بہتر ہو گئی۔

2G ٹیکنالوجی کی مدد سے محض آواز کے ساتھ ٹیکسٹ میسج بھیجنے کی سہولت میں اضافہ ہوا تھا جبکہ 3G ٹیکنالوجی نے گویا انقلاب برپا کر دیا۔ یہ 2G ٹیکنالوجی سے نسبتاً تیز رفتار اور اس میں آواز اور ٹیکسٹ میسج کے ساتھ دیگر بہت سی

خصوصیات بھی شامل ہیں۔ مثلاً 3G ٹیکنالوجی کی مدد سے موبائل فون میں ہی انٹرنیٹ کی سہولت دستیاب ہوگی۔ اس کے علاوہ 3G ٹیکنالوجی کی مدد سے ویڈیو کال یعنی کال کرنے والے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھیں گویا ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہیں یہ بھی ممکن ہو گیا۔ اس سے پہلے یہ کمپیوٹر میں انٹرنیٹ کے ساتھ ممکن تھا لیکن 1998ء میں جاپان کی NT TD نام کی کمپنی نے جب دنیا کا پہلا 3G نیٹ ورک لانچ کیا تو یہ سہولت موبائل فون میں بھی میسر آ گئی۔

3G ٹیکنالوجی دراصل ٹیکنالوجی کا وہ معیار ہے جو انٹرنیشنل کمیونیکیشن کی جانب سے مقرر کردہ معیار کے عین مطابق ہے۔ اگر کوئی ٹیکنالوجی اس مقرر کردہ معیار کے عین مطابق ہو تو یہ ٹیکنالوجی 3G کہلاتی ہے۔

اس کے معیار مختلف ہیں مثلاً ڈیٹا کو منتقل کرنے کی رفتار کا معیار مقرر ہے۔

(باقی صفحہ 21 پر)

1G

2G

3G

4G



ابن حامد



ٹیکنالوجی ہے۔

اس تیسری نسل یعنی 3G ٹیکنالوجی کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس کی پہلی دونوں کا جائزہ بھی لینا ہوگا۔

پہلی نسل کی ٹیکنالوجی جسے 1G ٹیکنالوجی کہا جاتا ہے یعنی First Generation یہ 1980 میں متعارف کروائی گئی۔ یہ ٹیکنالوجی اس وقت ریڈیو موبائل فونز میں متعارف کروائی گئی۔ اس کے تحت آواز کے ڈیٹا کو اینالاگ صورت میں بھیجا جاتا تھا۔ پہلی نسل کی یہ ٹیکنالوجی 1991ء تک چلتی رہی۔ 1991ء

ایک وقت تھا کہ کسی کو پیغام پہنچانا ہوتا تو کسی شخص کے ہاتھوں جو اگر اس علاقے میں جا رہا ہوتا تو بھیجا جاتا۔ پھر وہ شخص جب کبھی واپس آتا تو اس پیغام کا جواب ملتا۔ پھر حضرت انسان نے تھوڑی سی ترقی کی اور پیغام رسانی کے لئے جانوروں کو استعمال کیا جانے لگا۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے کے مقولے پر عمل کرتے ہوئے بنی آدم پیغام رسانی کے لئے پرندوں سے درجہ بدرجہ آج کے جدید دور میں پہنچ چکی ہے۔ اپنے اس سفر میں پہلے تار والے فون ایجاد ہوئے۔ پھر آہستہ آہستہ بغیر تار والے اور پھر اس بغیر تار والے میں جدتیں آنے لگیں۔ یوں اولاد آدم آج کسی بھی پیغام کو پہنچانے کے لئے محض لمحوں کی محتاج ہے۔ میلوں دور بیٹھے افراد سے بات گویا ایسے ہوئی جیسے وہ سامنے بیٹھا ہے۔

3G ٹیکنالوجی

جانئے اس کے اسرار....

میں ہی دوسری نسل 2G ٹیکنالوجی کی دریافت نے فرسٹ جرنیشن ٹیکنالوجی کا قصہ تمام کر دیا۔

Second Generation کی ٹیکنالوجی 1991ء میں فن لینڈ میں متعارف کروائی گئی۔ یہ GSM پر لاگو کی گئی۔ فرسٹ جرنیشن اور سیکنڈ جرنیشن کی ٹیکنالوجی میں بڑا فرق یہ تھا کہ اس میں ڈیٹا بجائے اینالاگ سنگل کے، ڈیجیٹل سنگل میں بھیجا جانے لگا۔ ایک اور بڑا فرق جو اس ٹیکنالوجی کی

پاکستان میں بھی ذرائع مواصلات دیگر دنیا کی مانند ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ پچھلے کچھ عرصہ سے ہم پاکستان میں "3G" ٹیکنالوجی کی آمد اور نیلامی کے تذکرے سن رہے ہیں۔ آخر یہ تھری جی ٹیکنالوجی بلا کیا ہے؟ آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ کیا بلا ہے اور کس سے کھائی جاتی ہے۔

3G یا تھری جی کا مطلب Third Generation یعنی تیسری نسل کی ٹیکنالوجی ہے۔ یعنی حضرت انسان جب سے بغیر تار کے پیغام رسانی کا عادی ہوا ہے اس کے بعد سے اب یہ تیسری نسل کی

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس

6 سے 8 سال کی عمر کے بچوں کا نصاب

نوناہ لان پاکستان کے ناپختہ ذہنوں پر مغربی تہذیب و ثقافت کی چھاپ میں مگن

محبت کا موضوع نصاب کا حصہ نظر آیا۔ پھر کتے کے ساتھ جس طرح زندگی گزاری جا رہی ہے وہ بھی انتہائی گھٹیا انداز میں۔

ایک کتاب جو بچوں کے کچے ذہنوں میں مغربی تہذیب ڈال رہی ہے اس کا نام "Hero" ہے۔ اس کتاب کا نام ہی کتے کے نام پر ہے جو اس کتاب میں زیر بحث ہے۔ Hero کتا جس کو بچے اور ان کا والد فارم ہاؤس سے لے کر

ہم آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے نصاب کا جائزہ لے رہے ہیں کہ کفار کس طرح ہماری نسل نو کو اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے تباہ کر رہے ہیں اور مغرب کا غلیظ ماحول اسلام کے نام پر بننے والے پیارے وطن پاکستان میں پھیلا نا چاہتے ہیں تاکہ یہاں کے مسلمانوں کے ایمان کو ختم کر کے مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کریں اور ان پر غلبہ حاصل کریں۔ کیونکہ جب بھی کفار نے مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہا سب سے پہلے ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور پھر انہیں علاقائی طور پر مغلوب کیا۔ ہمارے نجی تعلیمی ادارے بھی اس خفیہ سازش کو پروان چڑھانے میں کفار کے مدد و معاون بنے ہوئے ہیں۔

آئیے اس قسط میں ہم 8 تا 6 سال کے بچوں کے نصاب کے بارے میں پڑھتے ہیں جو کہ آکسفورڈ یونیورسٹی نے ننھی پود کو پروان چڑھانے کے لیے ترتیب دیا ہے۔

پچھلی قسط میں ہم نے پڑھا کہ 4-5 سال کے بچوں کو کتوں کے ساتھ کھیلنا سکھایا جا رہا

ہے جیسے وہ ایک بابرکت جانور ہے اور اسے گھر میں رکھنا ایک بڑے اعزاز کی بات ہے۔ جو 6-8 سال کے بچوں کا نصاب ہے وہ بھی ایسی ہی خباثتوں سے بھرا پڑا ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی 6 سے 8 سال کے بچوں کی پہلی چار کتابیں کھولیں تو کتے سے

عورت کتے کی تعریف کرتی ہے اور پیار میں اسے کہتی ہے۔

"Oh, you good dog "

She said blowing nose

پھر دوبارہ کہتی ہے۔

"What a clever you are"

She said wiping her eyes.

تصویر میں بھی عورت کو کتیا کا منہ، آنکھیں اور ناک کو چومتے دکھایا گیا ہے۔ اس سے اگلے صفحوں پر لکھا ہے کہ

Lou-Lou went almost mad with joy, She leapt and tried to lick the little old Lady's face.

اس سے اگلی کتاب The Huge and

Horrible Beast ہے جس میں ایک

لڑکا جس کا نام "Ze" ہے وہ پہلے تو گھر میں مقید رہتا ہے لیکن ایک دن اسے جوش اٹھتا ہے کہ کیوں نہ وہ باہر نکل کر اپنی قسمت تلاش کرے۔ وہ اپنے اس ارادے سے اپنی امی اور ابو کو مطلع کرتے ہوئے ان سے ہدایات لے کر نکل جاتا ہے۔ خاص طور پر اس کا ابو کہتا ہے کہ کہہ رستے میں جو بھی چیز ملے اس اٹھا لو۔ اسے رستے میں ایک چمک دار رنگتکی ہوئی چیز ملی اس نے اسے اٹھا لیا اور اسے اپنے

ساجد الرحمن

آئے ہیں اور گھر میں رکھا ہوا ہے اس طرح پالا پوسا جا رہا ہے جس طرح ایک انسان کے بچے کی پرورش کی جاتی ہے۔ کتا پیشاب اور فضلہ وغیرہ بھی گھر میں ہی کرتا ہے اور بچے اس کو چومتے چائے اور گود میں اٹھاتے ہیں۔

دوسری کتاب جس کا نام "Town Dog" ہے۔ اس

جب بھی کفار نے مسلمانوں کو مغلوب کرنا چاہا سب سے پہلے ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا اور پھر انہیں علاقائی طور پر مغلوب کیا، ہمارے نجی تعلیمی ادارے بھی اس خفیہ سازش کو پروان چڑھانے میں کفار کے مدد و معاون بنے ہوئے ہیں

میں بھی ایک عورت نے گھر میں کتیا رکھی ہوئی ہے۔ اس کتیا کا نام Lou-Lou ہے۔ Lou-Lou صاحبہ بھی گھر پر راج کرتی ہے جس طرح ایک چھوٹا بچہ ہر کسی کی توجہ کا مرکز بنا رہتا ہے۔ یہ کتیا مالک کی گود میں سوتی ہے اور دونوں میں بوس و کنار کا تبادلہ ہوتا ہے۔

مکینیکل ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ ہی آٹو اینڈ فارم کا ڈیپارٹمنٹ تھا۔ آٹو ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تو گیلری میں ایک طرف کلاس روم اور دوسری طرف تجرباتی لیبارٹریاں تھیں۔ جن میں طالب علموں کے بنائے ہوئے ماڈل، تجرباتی کاریں اور ٹریکٹر ترتیب وار کھڑے تھے۔

فوڈ ٹیکنالوجی پاکستان کی سب سے نایاب ٹیکنالوجی صرف چند کھڑے ہیں جن میں جی سی ٹی ساہیوال کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے۔ آٹو ڈیپارٹمنٹ سے چند فلائنگ کے فاصلے پر فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئے تو گیٹ کے بائیں طرف مڑتے ہی اینالٹیکل لیب پھر ڈیری لیب اور پھر پروسیسنگ لیب تھی۔ اس کے علاوہ کلاس روم ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کا کمرہ اور دیگر لیب تھیں۔ پورے کالج میں سب سے صاف ستھرا فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہی نظر آیا۔

فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ کے ساتھ ہی خوبصورت پھولوں سے بنایا گیا انگریزی میں لفظ FOOD ہر کسی سے داد وصول کر رہا تھا۔ کالج کے درمیان دلکش وسیع گراسی گراؤنڈ گرد گرد چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں اور پھران کے درمیان قومی الحشہ بوہڑ کا درخت بڑا عجب نظارہ بنا رہا تھا۔

اب ہم کالج کی بلڈنگ کے شروع میں آئے اور پرنسپل روم کے ساتھ بیٹے ہوئے ڈیپارٹمنٹ وزٹ کرنے لگے۔ سب سے پہلے الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ میں گئے، تجرباتی پاور لیب، انسٹرومنٹ لیب، وائرنگ لیب اور دیگر کلاس روم کا مشاہدہ کیا۔ الیکٹریکل ڈیپارٹمنٹ سے آگے سول ڈیپارٹمنٹ ہے، اس میں ڈرافٹنگ لیب، پمپنگ لیب اور دیگر کلاس روم میں گئے۔ سول ڈیپارٹمنٹ کے وزٹ سے فارغ ہوئے تو سب سے آخر میں بی ٹیک ڈیپارٹمنٹ ہے۔ یہاں مکینیکل اور آٹو اینڈ فارم ٹیکنالوجی میں بی ٹیک کروانا جاتا ہے۔

اب ہم تمام ڈیپارٹمنٹ کی سیر کے بعد کالج کے ہوٹل کی طرف چل نکلے۔ رستے میں کالج کی خوبصورت مسجد ہے۔ مسجد سے چند قدم آگے کالج کے ہوٹل، فیصل ہال اور فید ہال ہیں۔ کالج کے طلبہ کو شہر سے لانے اور لیجانے کے لئے دو عدد کالج کی بسیں ہیں۔ ایک بس تو پرانے زمانے کی ہے اور دوسری ذرا نئی ہے۔ میٹرک کے رزلٹ آنے کے بعد DAE اور DAE کے رزلٹ آنے کے بعد طالب علم کندن بننے کے لئے اس بھیٹی میں داخلہ لیتے ہیں اور مختلف ٹیکنالوجی کے گورنریاب بن جاتے ہیں۔

"Athlete" نامی کتاب ہے۔ جس میں ایک عورت کو ایٹھلیٹ دکھایا گیا ہے اور اس کا لباس تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ نصاب ہمارے بچے اور بچیاں دونوں پڑھتے ہیں۔ بچوں کو ایسا لباس دیا جا رہا ہے جسے پہن کر وہ فاطمہؓ اور عائشہؓ کی سیرت پر تو نہیں چلیں گی بلکہ وہ بے پردگی اور بے حیائی کو اپنا کر ہی "آزادی" محسوس کریں گی۔

ایک اور کتاب جس میں اسلامی تہذیب کا مذاق اڑایا گیا وہ "Mr. Grain's Tower" ہے۔ اس میں ایک شخص جس کا نام Grain ہے وہ ہمیشہ گندی حالت میں رہتا ہے۔ اس کی بڑی بڑی داڑھی دکھائی گئی ہے اور کتاب میں اسے نہایت بد اخلاق بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں وہ اپنی گندگی ختم کرتا ہے وہ بھی اپنی داڑھی منڈوا کر۔ یعنی اس میں یہ پیش کیا گیا ہے کہ داڑھی رکھ کر وہ بد اخلاق اور گندہ تھا اور اس کے بغیر وہ نہایت خوش اخلاق اور خوبصورت بن گیا ہے۔

ایک اور کتاب جس کا عنوان "How the world Began" ہے۔ اس میں کھلم کھلا اسلامی عقیدہ اور تصور تخلیق پر وار کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ نیم برہنہ حالت میں ایک دیوتا دکھایا گیا ہے۔ کتاب شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

Togalao made the sky. It was high and wide birght and clear. Togalao made the sea. It was deep and dark, mighty and mysterious, Amazing!

Togalao ایک یونانی دیوتا ہے۔ اس کتاب کے مطابق، یہ آسمان زمین اور سمندر اسی نے بنائے ہیں۔ کچے اور صاف ذہنوں کے چھوٹے 6 تا 8 سال کے بچوں کو تو حید سے دور کیا جا رہا ہے اور ہمارے پڑھے لکھے افراد اس نصاب کو باعث اعزاز سمجھتے ہیں۔

محترم قارئین! "آکسفورڈ یونیورسٹی پریس" کا نصاب کسی لحاظ سے بھی اسلامی معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے لئے موزوں نہیں۔ اس میں جو مواد شامل ہے آپ نے مشاہدہ کر ہی لیا ہے کہ کس طرح تہذیب و تمدن اور عقیدہ کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔ اس میں ہمارا اشرافیہ طبقہ جو پہلے ہی مغربی ممالک کا نیشنلسٹی ہولڈر ہے۔ اس نصاب تعلیم کو ہمارے وطن پاکستان میں ٹھوپ کر اس کے پاک ماحول کو آلودہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہود و نصاریٰ کی تعلیم سے بچائے اور ایسی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جسے پڑھ کر دین اور دنیا دونوں سنور جائیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ پاکستان کو اسلام کی بنیاد پر قائم و دائم رکھے۔ آمین

گرد لپیٹ لیا۔ آگے جاتا ہے تو اسے ایک سور کا بچہ ملتا ہے۔ وہ اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کرتا ہے اور اسے کبھی اٹھالیتا ہے اور بغل میں دبا کر آگے۔ یہ کتابیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ بچوں کے ذہنوں سے حلال و حرام اور پاک و پلید کی تیزختم کی جا رہی ہے۔

ایک اور کتاب جس کا ٹائٹل "Emil's Clever Pig" ہے۔ اس میں سور کو گھر کے ایک فرد کے طور پر دکھایا گیا ہے۔

اب آتے ہیں ایک اور کتاب کی طرف جس میں بچوں کو عشق و محبت کا اسیر بنانے کی تربیت دی جا رہی ہے۔ کتاب میں بچے اس طرح کا مواد پڑھ کر کیا سمجھیں گے۔ جیسے ہی وہ نوجوانی کی ویلیز پر قدم رکھیں گے وہ ان کتابوں کے اسباق پر عمل کرتے ہوئے اخلاق سے بالکل عاری ہو چکے ہوں گے اور معشوقی کے دلدادہ بن چکے ہوں گے۔

یہ کتاب جس کا نام "Big liam, Little liam" ہے۔ دو بچوں کا نام ہے۔ ایک کا قد بڑا ہے اور ایک کا چھوٹا۔ دونوں مختلف فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ بڑا Lain اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہے اور اس کا قد اپنی والدہ کے قد سے بھی بڑا ہے۔ وہ اپنی والدہ کو Tiny Tin کہہ کر پکارتا ہے۔ یہ کیسی تہذیب ہے کہ والدہ کو بھی Tiny Tin کہہ کر پکارا جائے۔ Tiny Tin a کا مطلب چھوٹی Tina ہے۔

چھوٹا Laim اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ کوئی نہیں رہتا۔

ایک دن چھوٹا Laim اپنے باپ کے ساتھ باہر کھانا کھانے اور میچ دیکھنے جاتے ہیں کہ ان کی ملاقات بڑے Laim اور اس کی والدہ سے ہو جاتی ہے۔ کتاب میں اس فقرہ کے ساتھ ان کی ملاقات کا حال لکھا ہے۔

Then liam is Modern mum met liam Kelly's dad. They fell in Love.

ان فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی کتب پڑھنے والے بچے ایسی کتابوں سے کیا سمجھتے ہیں اور وہ سکول جو اس نصاب کو پڑھاتے ہیں وہ بچوں کی کیسی تربیت کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

ایک اور کتاب جس کا نام "What inside me" ہے اس میں مرد اور عورت کی برہنہ تصویر پیٹ کر جسم کے مختلف حصوں کے نام سمجھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جو ہمارے معاشرے موجود فطری شرم و حیا کے نظام پر کاری وار ہے۔ ایسا نصاب پڑھنے والی نسل تو اسے فرسودہ روایات ہی کہے گی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اس کے بعد ایک اور "Training like on"

چھوڑ دیتے تھے۔ مگر بعد میں حضرت عمرؓ نے پیدا ہوتے ہی ان کی تنخواہ شروع کر دی۔

تنخواہ کے اجراء کا طریقہ یہ تھا کہ فصلوں کی کٹائی کے وقت جاگیروں کی آمدنی کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ جبکہ مالی غنیمت کے 4/5 حصہ کی رقوم ان کے علاوہ تھیں جو غازیوں میں اس ترتیب سے تقسیم کی جاتی تھی کہ سوار کو پیادہ سے دو گنا حصہ ملتا تھا۔ اس میں غلہ سرکہ زیتون کا تیل، شہد اور گوشت شامل ہوتے تھے۔ ابتداء میں ہر مجاہد کو غلہ دیا جاتا تھا جسے وہ خود پکا تا تھا۔ مگر بعد میں پکا پکایا کھانا دیا جانے لگا اور آج بھی دنیا بھر کی افواج کو یہ سہولت میسر ہے۔

عہد فاروقی کے نظام عسکری میں فوج میں ہر دس مجاہدوں پر ایک عریف ہوتا تھا۔ دس عریف پر ایک نقیب، دس نقیب پر ایک قائد اور دس قائد پر ایک قائد الکبش کے نیچے دس ہزار مجاہدین ہوتے تھے۔ اس طور سے عام حالات میں ایک فوجی اکائی دس ہزار پر مشتمل ہوتی تھی۔ جنگی عہدیداروں کے علاوہ فوج میں غیر جنگی عہدیدار بھی ہوتے تھے۔

مثلاً مترجم، کاتب، دیوان، محاسب، قاضی اور طبیب وغیرہ جنگی مشقوں کے سلسلے میں فوج کو چار چیزوں کی بہت تاکید کی جاتی تھی۔ تیرنا، شہسواری، تیر اندازی اور ننگے پاؤں دوڑنا۔ سواروں کے اسلحہ میں زرہ، آہنی تلوار اور نیزے شامل تھے۔ پیادوں کے لئے زرہ، نیزہ، تیر اور کمان شامل ہوتے تھے۔

اس کے علاوہ بوقت ضرورت فوج کے ساتھ خبثیق اور دبا بے بھی شامل تھے جو محاصرہ توڑنے اور قلعہ شکنی کے کام آتے تھے۔ وردی میں پیدل سپاہ کے لئے گھٹنوں تک کے چھوٹے چھوٹے چنے، پاچامے اور جوتے جبکہ سواروں کے لئے درع و خود مخصوص تھے۔

جنگ کے وقت عموماً فوج کے مندرجہ ذیل حصے ہوتے تھے۔

- ۱۔ مقدمہ فوج کا وہ حصہ جو پیش قدمی کے دوران سب سے آگے ہوتا تھا۔
- ۲۔ قلب فوج کا درمیانی حصہ جس میں قائد الکبش ہوتا تھا۔
- ۳۔ میمنہ قلب کے دائیں طرف کا حصہ
- ۴۔ میسرہ قلب کے بائیں طرف کا حصہ
- ۵۔ ساقہ فوج کا پیچھا حصہ
- ۶۔ رزہ ساقہ کے پیچھے والا حصہ تاکہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر پائے۔

۷۔ رائید

فوج کا وہ حصہ جس کے ذمہ رسد کی فراہمی کا انتظام ہوتا ہے۔

۸۔ طلیعہ

گشت کی فوج جس کے ذمہ دشمن کی نقل و حرکت کی نگرانی کا کام ہوتا تھا۔

آج کے دور میں پٹرولنگ کہہ سکتے ہیں۔

۹۔ رکبان

شہسوار فوج

۱۰۔ فرسان

گھڑسوار فوج

۱۱۔ راجل

پیادہ فوج

۱۲۔ رماۃ

تیر انداز

میرے خیال کے مطابق عسکری صلاحیتوں اور تنظیموں سے زیادہ امتیازی خصوصیت کا حامل مجاہدین کا کردار اور ان کا اخلاق تھا۔ چنانچہ جنگ یرموک کے موقع پر جب رومیوں کا قاصد اسلامی فوج میں آیا تو ان کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ یہ مجاہدین دن کو شہسواری اور رات کو زہد بن کر اپنے رب کے سامنے شہادتوں کی دعائیں کرتے تھے۔ ان کی جنگ اللہ کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہوا کرتی تھی۔

پاک بھارت تعلقات

بقیہ

ہری سنگھ اور غدار ملت شیخ عبداللہ کی ملی بھگت سے کشمیر کا الحاق پاکستان کی بجائے جبری طور پر بھارت سے ہونے کی دیر تھی کہ مجبان پاکستان اور مجبان اسلام پر ظلم و جور کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ چنانچہ ایک اندازے کے مطابق اکتوبر تا نومبر 1947ء تقریباً 5 لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا گیا جبکہ پانچ لاکھ مسلمان انتہائی بے بسی کی حالت میں آزاد کشمیر (جو مجاہدین کی بدولت آزاد خطے کے طور پر دنیا میں نمایاں ہو چکا تھا) کی طرف ہجرت کر گئے۔

یہ بات نہایت اہم ہے کہ بھارتی فوج کے کشمیر میں داخلے کے باوجود مجاہدین رکے نہ تھے اور سرینگر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کا پہلا باقاعدہ نگرار بارہ مولا سے دس میل دور ہوا جہاں انھوں نے ہندوستانیوں پر بڑی واضح فتح حاصل کی۔ لیکن اس فتح میں ان کے دودن صرف ہو گئے اور ہندوستانی فوج کو سرینگر کے راستے پر باقاعدہ مورچے بنانے کا وقت مل گیا۔ اس کے باوجود مجاہدین سرینگر کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے لیکن یہاں پر کوئی مضبوط منصوبہ بندی نہ ہونے کے سبب مار کھا گئے۔ مگر ان کے حوصلے بلند تھے اور وہ بار بار حملے کرنے کی تگ و دو میں تھے لیکن اس دوران ایک بڑی غلطی ہوئی کہ پاکستانی ایک بار پھر ہندو مکار کی عیاری میں آ گئے۔ ہندوستان، مسئلہ کشمیر ”اقوام متحدہ“ میں لے آیا اور پاکستان نے بھی سمجھا کہ شاید یہ ادارہ کشمیری عوام کی امنگوں کو پورا کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ مگر وہ دن

ہے اور آج کا دن کہ کشمیری عوام پاکستان سے مل کر آزادی کا سانس لینے کی حسرتیں لیے جی رہے ہیں.....!

اس وقت بھی مجاہدین کی کھلم کھلا مدد کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنانے کا سبب بن سکتی تھی اور آج بھی اس مسئلے کا قطعی حل یہی ہے کہ کشمیر کو بزرگ مشیر حل کر لیا جائے مگر کیا کیا جائے ان حکمرانوں کا جنھیں اپنی کرسی، کشمیر کی آزادی سے زیادہ عزیز ہے۔

ہندو کی عیاری اور اپنوں کی لاچاری کا ایک اور معاملہ ”پانی“ کا ہے۔ تقسیم کے فوراً بعد ہی ہندوستان نے کشمیر پر اپنا قبضہ مستحکم کیا اور پاکستانی دریاؤں کے پانی کو ہندوستان میں استعمال کرنے کے لیے منصوبے بنانے لگا۔ اس حوالے سے پاکستان اور بھارت کے درمیان ”سندھ طاس“ کا معاہدہ طے پایا مگر آج تک بھارت اس پر عمل پیرا نہ ہو سکا بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ ہماری حکومتی کمزوریوں یا سفارتی نالائقیوں نے اسے یہ موقع فراہم کیا۔ یوں تب سے لے کر آج تک بھارت نہ صرف ہمارے حصے کا پانی استعمال کر کے اپنی زراعت کو بہتر کر رہا ہے بلکہ کشمیر میں 52 سے زائد ڈیم بنا کر ہمیں بنجر کرنے کی سہولتیں بھی تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

یہ تاریخ کے وہ حقائق ہیں جب سے نظریں چرانا ممکن نہیں۔ پھر ابھی تو پاکستان بھارت کے مابین ہونے والی جنگیں، سقوط مشرقی پاکستان، پاکستان میں بڑھتی دہشت گردی، علیحدگی کی تحریکوں کو بھارت کی مالی معاونت سمیت بہت سے موضوعات ایسے ہیں جن کا احاطہ کرنا صفحات کی قلت کے پیش نظر ممکن نہیں۔ ان تاریخی موجودہ حقائق سے پردہ اٹھانے کا مقصد فقط یہ تھا کہ تاریخ کا ایک طالب علم یہ جان سکے کہ ہندو اپنی فطرت میں انتہائی مکار و عیار واقع ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ اکثر و بیشتر پاکستان کے اہل اقتدار طبقے نے ملکی مفادات کو پس پشت ڈال کر اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دی ہے۔ حالیہ دور کا اہم مسئلہ ”پاک بھارت تجارت“ اس کی ایک اہم مثال ہے جس میں پاکستان کو سالانہ اربوں روپے کے خسارے کے باوجود اس معاملے کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا گیا۔ خیر محبت وطن حلقوں کے دباؤ پر بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کا معاملہ مؤخر تو کیا گیا ہے لیکن ابھی تک تجارت کو اس انداز سے منقطع نہیں کیا گیا جس سے پاکستان نقصان سے بچ سکے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بھارتی ثقافت کا بے دریغ فروغ، بھارتی فوڈ کا حد سے بڑھ کر خیر مقدم اور نظریے سے غداری پاکستان کے مفاد میں ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے اہل اقتدار طبقے کو چاہیے کہ وہ نظریے پر قائم رہ کر ملک و قوم کی اسلامی تعلیمات پر تربیت کے لیے آگے بڑھیں تاکہ دنیا میں بھی سرخرو ہو سکیں اور ان کی آخرت بھی قابل رشک ہو۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔ آمین

پھول ستارے

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نیک اعمال کرنے میں جلدی کرلو ایسے فتنوں کے آنے سے پہلے جو شب تاریک کے مختلف نکلوان کی طرح (یکے بعد دیگرے) رونما ہوں گے۔ صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر۔ شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر۔ وہ (اس طرح کہ) اپنے دین کو دنیا کے معمولی سامان کے عوض بیچ دے گا۔“ (مسلم)

فرمانِ الہی

وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کمی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ [ابراہیم: 3]

تاریخی جھرنے

سرزمین اُندلس پہ ایمان افروز خطبہ

اُندلس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے جب طارق بن زیاد دشمن کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنی فوج کے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے مجاہدین کو جہاد اور شہادت کی ترغیب دلائی اور کہا اے لوگو! اب راہ فرار کہاں ہے؟ سمندر تمہارے پیچھے اور دشمن تمہارے آگے ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے لئے صدق و صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تمہارا دشمن اپنے لشکر، اسلحے اور وافر خوراک کے ساتھ تمہارے مقابلے میں ہے۔ ادھر تمہارے پاس کچھ نہیں سوائے اپنی تلواروں کے۔ اگر تم یہاں کوئی معرکہ نہ مار سکتے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہاری جرأت کی بجائے تمہارے دلوں پر دشمن کا زعب بیٹھ جائے گا۔ اس سرکش قوم کی کامیابی کے نتیجے میں تمہیں جس ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ دشمن نے اپنے قلعہ بند شہر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔ اگر تم جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاؤ تو اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ میں تمہیں ایسے کسی خطرے میں نہیں ڈال رہا جس میں کودنے سے خود گریز کروں..... اس جزیرہ نما میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اس کے دین کو فروغ دینے پر اللہ رب العزت کی طرف سے اجر عظیم تمہارا مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیابی تمہاری قسمت میں لکھ دی ہے۔ اس پر دونوں جہانوں میں تمہارا ذکر ہوگا۔ میں تمہیں جس چیز کی دعوت دوں گا اس پر خود بھی لبیک کہوں گا۔ میں میدان جنگ میں اس قوم کے سرکش راڈرک پر خود حملہ کروں گا اور ان شاء اللہ اُسے قتل کر ڈالوں گا۔ تم سب میرے ساتھ ہی حملہ کر دینا۔ اگر اس کی ہلاکت کے بعد میں مارا جاؤں تو تمہیں کسی اور ذی فہم قائد کی ضرورت نہیں رہے گی اور اگر اُس تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو جاؤں تو تم میرے عزم کی پیروی کرنا۔ جہاد جاری رکھنا اور سب مل کر اس پر حملہ بول دینا۔ اس کے قتل کے بعد اس جزیرہ نما کی فتح کا کام پایہ تکمیل کو پہنچانا۔ راڈرک کے بعد اس کی قوم تمہاری فرماں بردار ہو جائے گی۔ تم غالب آؤ گے اور اسلام کی فتح ہوگی۔ ان شاء اللہ

(ذمیات الاعیان 322، 321/5)

(محمد کاشف جامعہ پنجاب)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی پیارے بچو!

امید ہے خوب سردی میں دو چار جرسیاں ایک آدھ بھاری بھر کم کوٹ پاؤں میں جرابیں اور سر پر گرم ٹوپی پہنے ہوئے ہوں گے۔ لیکن آپ میں سے کچھ بچے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے یہ سب کچھ نہیں پہنا ہوگا یا اپنے والدین کی بات نہ مانی ہوگی۔ اس کے نتیجے میں اب کھانسی یا نزلہ زکام میں مبتلا ہوں گے۔

پیارے بچو! والدین کی بات ماننا دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ دیتا ہے۔ اگر وہ بچے جواب پیار ہیں اور اپنے والدین کی بات نہیں مانتے تو اگر وہ اپنے والدین کی فرمانبرداری کرتے تو نہ صرف بیماری سے بچ جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اجر و انعام کے حقدار ٹھہرتے۔

والدین کی اطاعت کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور نبی ﷺ نے حدیث میں اس کی خوب تاکید فرمائی ہے۔ لہذا آپ بھی اپنے والدین کی بات ماننا کریں۔ اس کے نتیجے میں آپ دنیا میں بھی ڈھیر سارے فائدے حاصل کر سکیں گے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حقدار ٹھہریں گے۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

والسلام

انچارج پھول ستارے



کہ ناممکن ہے کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے۔

ایمان ہو تو ایسا

بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سے آنسو نکل رہے ہیں۔ اس وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ اور انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اس لئے کہ اب اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر ان کے خیالات بدل گئے ہوں۔ میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا بے سود نکلی۔ حضرت عبداللہ ؑ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ! آج میرے روئیں روئیں میں ایک جان ہے جسے اللہ کی راہ میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں۔ کاش میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی تو آج سب جانیں اللہ کی راہ میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

دینا چاہتا۔
کہا کہ اچھا تم میرے سر کا بوسہ لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھ کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں۔ آپ ؑ نے اسے قبول فرمایا اور اس طرح سے اپنے ساتھیوں کو چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ عبداللہ بن حذافہ ؑ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں بڑے ادب کے ساتھ منبر رسول ﷺ پر بٹھایا اور فرمایا کہ عبداللہ اپنا واقعہ ہم کو سناؤ۔ چنانچہ جب آپ ؑ نے شروع کیا تو خلیفہ المسلمین کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو آپ ؑ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ ؑ کی پیشانی چومے اور میں ابتداء کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ ؑ نے ان کے سر کا بوسہ لیا اور پھر تمام مسلمانوں نے۔ (فرواہ بتول۔ پنڈی بھٹیاں)

آپ ؑ نے فرمایا: جی ہاں۔
پھر کہنے لگا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم سے جو مالدار لوگ ہیں ان میں سے زکوٰۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں۔

آپ نے فرمایا: جی ہاں۔
تب وہ شخص کہنے لگا کہ جو پیغام آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کا (جو نہیں آئے) بھیجا ہوں اور صورت حال کی تحقیق کے لئے آیا ہوں۔

میرا نام ضام بن ثعلبہ ؓ ہے اور میں بنی سعد بن کمر کے خاندان سے ہوں۔ (صحیح بخاری)

(لوہرہ اسلم، طیبہ سلیم، شکیلہ۔ ارزانی پور)

آپ ؑ نے فرمایا: میں ناراض نہیں ہوتا جو آپ کا دل چاہے پوچھو! یہ سرور کائنات، کتنے نرم دل اور شفیق، قارئین اکرام ذرا غور کریں اگر کوئی ہم سے کچھ پوچھے اور وہ بھی تلخ لہجے میں تو ہم جواب دینے کی کبھی زحمت نہ کریں۔

دیہاتی کا قبول اسلام

تب اُس نے کہا کہ میں آپ کو آپ کی رب اور پہلے لوگوں کے رب تبارک و تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو آپ کے رب نے تمام دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ؑ نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ کو اللہ نے رات دن پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

حافظ ابن کثیر ؒ اور حافظ ابن عساکر عبداللہ بن حذافہ ؑ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو رومی کافروں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آپ سے کہا: نصرانی بن جاؤ، میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی کو تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ عبداللہ بن حذافہ ؑ نے جواب دیا کہ اگر مجھے اپنی بادشاہت دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اپنے دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ پھر تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ ؑ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بجکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم کو چھیدنا شروع کر دیا۔ بار بار کہا جاتا کہ اب بھی نصرایت قبول کر لو اور آپ پورے صبر و استقلال سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں۔

آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سولی سے اتار لو (اور پیتل کی بنی ہوئی دیگ خوب تپا کر آگ بنا کر لاؤ) چنانچہ وہ پیش ہوئی۔ بادشاہ نے ایک مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ ؑ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ مسکین صحابی اس وقت چرم ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا اور ہڈیاں چمکنے لگیں۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ ؑ سے کہا کہ دیکھو اب بھی وقت ہے بات مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اس طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا

سیدنا انس ؓ بتلاتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہمیں رسول اکرم ﷺ سے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اور ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی ہوشیار دیہاتی آئے اور آپ سے دینی امور پوچھے اور ہم سنیں۔ مسند نبوی ؑ میں صحابہ کرام ؓ کی مجلس لگی ہے۔ حضرت محمد کریم ﷺ بھی اس جگہ تشریف فرما ہیں کہ یکا یک ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا بھائیو! تم میں سے محمد ﷺ کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ سفید رنگ والے خوبصورت بزرگ ہیں جو یک لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ ﷺ نے فرمایا: کہو! میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔ وہ بولا میں آپ سے کچھ دینی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور ذرا سختی سے بھی پوچھوں گا تو آپ ﷺ اپنے دل میں برا نہ مانیں۔



گلدستہ احادیث

۱۔ پڑوسی کو ایذا دینے والا جہنمی ہے خواہ کس قدر بھی عبادت گزار کیوں نہ ہو۔ (بخاری)

۲۔ جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور اس کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

۳۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کریں گے۔ (بخاری)

۴۔ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

(حکیم عبدالرؤف سلفی ڈکلوٹ)

نبی ﷺ کا بچوں سے پیار

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا۔ ایک بدو اقرع بن حابس آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا۔ بولا میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: مَنْ لَا يُؤَحِّمُ لَا يُؤَحِّمُ..... جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمیں سے نہیں۔

(صحیح مسلم: 2318)

(طیبہ سلیم، طیبہ گلزار۔ ارزانی پور)



تلاوت قرآن مجید کے آداب

☆..... قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے تعویذ پڑھنا واجب ہے۔

(سورہ النحل: ۹۸)

☆..... قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر آرام اور سکون سے پڑھنا چاہیے۔

(سورہ المزمل: ۴)

☆..... دوران تلاوت آنسو بہانا مستحب ہے۔

(بنی اسرائیل: ۱۰۹)

☆..... دوران تلاوت ایک ہی آیت بار بار دہرانا جائزہ ہے۔

(ابن ماجہ)

☆..... قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھنے کی کوشش کر رہی چاہیے۔ (صحیح مسلم)

☆..... آہستہ آہستہ یا دل میں قرآن پڑھنا اونچی آواز میں قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

☆..... مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت اتنی آواز سے کرنی چاہیے جس سے دوسرے لوگوں کو غلغلہ نہ پڑے۔ (رواہ احمد)

☆..... دوران تلاوت قاری پر خشیت اور رقت طاری رہنی چاہیے۔ (ابن ماجہ)

☆..... دوران تلاوت خوف کی آیت پر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا، رحمت کی آیت پر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا اور تسبیح والی آیات پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا مستحب ہے۔ (رواہ احمد)

☆..... دوران تلاوت جہائی آئے تو تلاوت روک کر اپنے ہاتھ سے منہ بند کر کے جہائی لینا چاہیے۔ جہائی ختم ہونے کے بعد پھر تلاوت کرنی چاہیے۔ (رواہ مسلم)

☆..... چلتے پھرتے یا دوران سفر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ (رواہ البخاری)

☆..... قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کرنی چاہیے جب تک شوق اور رغبت رہے۔ (رواہ البخاری)

☆..... تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا درست نہیں ہے۔ (رواہ الترمذی)

☆..... قرآن مجید کو گانوں کے انداز میں پڑھنا منع ہے۔ (رواہ الطبرانی)

☆..... قرآن مجید کی تلاوت کے لئے کوئی وقت ممنوع نہیں ہے۔ (رواہ الترمذی)

(فرواہ بتول۔ پنڈی بھٹیاں)



انمول موتی

●●● محنت ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

●●● کسی کا دل مت دکھاؤ کیوں کہ دکھی دلوں کی فریاد

آسمانوں کو چیر دیتی ہے۔

●●● خوش اخلاقی ایسا عطر ہے جسے جتنا زیادہ آپ

دوسروں پر چھڑکیں گے اتنی ہی زیادہ خوشبو آپ کو اپنے اندر سے

آئے گی۔

●●● جس آدمی کے پاس کتاب ہے وہ اکیلا نہیں۔

●●● جو تیرے سامنے دوسروں کی برائی کرتا ہے وہ دوسرے کے سامنے تیری برائی کرے گا۔

●●● علم ایسا بادل ہے جس سے رحمت برتی ہے۔

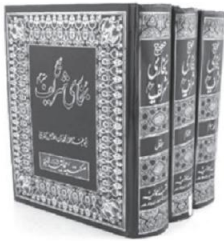
●●● خود اعتمادی کا میانی کا بڑا راز ہے۔

●●● موتی کچھڑ میں گر جائے پھر بھی موتی ہی رہتا ہے۔

●●● اچھی چیز حاصل کرنا خوبی نہیں اس کا بہترین

استعمال خوبی ہے۔

(محمد اسامہ زاہد، عمیر محمود۔ حویلی لکھا)



فرمان رسول ﷺ

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو امت پر بلائیں اور مصیبتیں آ پڑیں گی۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا برائیاں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنا لیا جائے گا۔

۲۔ امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔

۳۔ زکوٰۃ کو تادان سمجھ لیا جائے گا۔

۴۔ علم دین دنیا طلبی کے لئے سیکھا جائے گا۔

۵۔ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔

۶۔ ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔

۷۔ آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک اور باپ

کے ساتھ سختی اور بد اخلاقی سے پیش آئے گا۔

۸۔ مسجد میں شور و غل ہونے لگے گا۔

۹۔ جب قبیلہ کا سردار ان کا بدترین شخص بن جائے گا۔

۱۰۔ قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔

۱۱۔ آدمی کا اعزاز و اکرام اس کے شر سے بچنے کے لئے کیا جائے گا۔

۱۲۔ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔

۱۳۔ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہنے لگیں گے۔

۱۴۔ اناپنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنا لیا جائے گا۔

☆ کائنات کا روشن ترین ستارہ ڈاگ اسٹار ہے جو سورج سے 26 گنا روشن ہے اس کی روشنی زمین پر پہنچنے تک 8 سال لگتے ہیں۔
(اسامہ سلہری، فیصل آباد)



اگر چاہتے ہو!!

اگر جاننا چاہتے ہو تو..... احکام خداوندی جانو
اگر خریدنا چاہتے ہو تو..... آخرت کا سودا خریدو
اگر مٹانا چاہتے ہو تو..... تکبر کو مٹاؤ
اگر لکھنا چاہتے ہو تو..... خدا کی تعریف لکھو
اگر پڑھنا چاہتے ہو تو..... قرآن پاک پڑھو
اگر جھگڑنا چاہتے ہو تو..... اللہ کے سامنے جھکو
اگر رہنا چاہتے ہو تو..... سلوک سے رہو
اگر لینا چاہتے ہو تو..... بزرگوں کی دعائیں لو
اگر پینا چاہتے ہو تو..... غصے کو پیو

(محمد مصیب افضل۔ گوجرہ)

پسندیدہ اشعار

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے دگرگوں
معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا
ہر سینے میں اک صبح قیامت ہے نمودار
افکار جوانوں کے ہوئے زیر و زبر کیا
کر سکتی ہے بے معرکہ جینے کی تلافی
اے چہر حرم تیری مناجات سحر کیا
ممکن نہیں تخلیق خودی خافقہوں سے
اس شعلہ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا!

☆.....☆.....☆

آدم کا ضمیر اس کی حقیقت پہ ہے شاہد
مشکل نہیں اے سالک رہ! علم فقیری
فولاد کہاں رہتا ہے شمشیر کے لائق
پیدا ہو اگر اس کی طبیعت میں حریری
خودار نہ ہو فقر تو ہے قہر الہی
ہو صاحب غیر تو ہے تمہید امیری
افرنک زخود بے خبرت کرد وگر نہ
اے بندہ مومن! تُو بشیری! تُو نذیری!

(فیضان خالہ، نعمان خالد۔ رحیم یار خان)

☆ بچوں کے ساتھ ازواج مطہرات اور سالکوں وغیرہ کے ساتھ بہت شفیق تھے۔

(عروسہ کرن بٹ، عبدالحکیم)



☆ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی سب سے بڑی دانتی ہے۔
☆ دوسرے کی برائی سے پہلے اپنی برائی پر نظر ڈالنا دانتی ہے۔
☆ پہلی ناکامی پر مت گھبراؤ، یہی تمہارے عروج کی پہلی سیڑھی ہے۔
☆ اپنی ہار کو تسلیم کرنا سب سے بڑی جیت ہے۔
☆ وقت اللہ کی ایک امانت ہے جس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا خیانت ہے۔
☆ کسی کا دل مت دکھاؤ، ہو سکتا ہے اس کے آنسو تمہارا مقدر بن جائیں۔
☆ حکمت ایک درخت ہے جو دل میں اگتا ہے، دماغ میں پلتا ہے اور زبان پر پھل دیتا ہے۔
☆ ہزار انسان کا سب سے بڑا دوست ہے، جبکہ تکبر علم کا اور غصہ عقل کا سب سے بڑا دشمن ہے۔
☆ جو تمہارا عیب بتائے وہی تمہارا حقیقی دوست ہے۔

(عبدالواحد بن محمد حبیب..... سلانوالی)



سائنسی معلومات

☆ ایک عام انسان کا دل ایک منٹ میں 72 مرتبہ دھڑکتا ہے۔
☆ انسانی جسم میں کل چوبیس پسلیاں ہوتی ہیں۔
☆ انسانی جسم کی کمزور ترین ہڈی ہنسی کی ہڈی ہے۔
☆ انسانی وزن کا سات فیصد حصہ خون پر مشتمل ہوتا ہے۔
☆ ایک صحت مند انسان کے جسم میں 5 تا 4 لیٹر خون ہوتا ہے۔
☆ انسانی خون دس سیکنڈ میں پورے جسم کا دورہ مکمل کرتا ہے۔

۱۵۔ اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔
تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، مشکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے نکھرتے چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف: ۴۴۲)

(طیبہ صدف۔ سرگودھا)



محمد رسول اللہ ﷺ

کے معمولات اور معاملات

ہم آپ ﷺ پر ایمان کا اقرار کرتے ہیں آپ ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں آپ ﷺ سے عقیدت کا دعویٰ کرتے ہیں آپ ﷺ سے نسبت پر فخر کرتے ہیں آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں لیکن ذرا رک کر سوچیں! کیا ہمارا ایمان اخلاق، طرز عمل، عبادات، معمولات اور معاملات اپنی محبوب ہستی کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہیں؟ ہم جہاں کہیں بھی ہوں کیا ہم محمد ﷺ کے امتی کے طور پر پہچانے جاتے ہیں؟ کیا ہم آپ ﷺ سے محبت کا حق ادا کرتے ہیں؟ کیونکہ جو شخص جس سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔ آج میں آپ کے سامنے حضور ﷺ کے معمولات اور معاملات مختصر بیان کروں گی تاکہ ہم ان کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی زندگی کو آپ ﷺ کے طریقہ زندگی کے مطابق ڈھال سکیں۔

☆ اللہ کے رسول ﷺ کثرت سے ذکر الہی کرتے تھے۔
☆ جب بھی کوئی معاملہ پیش آتا نماز کی طرف جلدی کرتے۔
☆ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں کثرت سے روزے رکھتے۔
☆ ایسے علم سے پناہ مانگتے جو فائدہ نہ دے۔
☆ خود بھی صدقہ کرتے اور دوسروں کو بھی حکم دیتے۔
☆ گھر والوں کی خدمت کرنے کو عیب نہ سمجھتے۔
☆ ذاتی صفائی و ستھرائی کا خیال رکھتے، خصوصاً منہ کی صفائی کا۔
☆ آپ ﷺ کی چال باوقار اور پرسکون تھی۔
☆ ریشم کے علاوہ جس قسم کا کپڑا میسر ہوتا پہن لیتے۔
☆ آپ ﷺ کا اخلاق سراپا قرآن تھا۔
☆ آپ ﷺ کے کلام میں لغو اور بے کار باتیں نہ ہوتی تھیں۔

طلباء کو فنی تربیت میں کنڈر بنانا تاریخی ادارہ

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی

حسن عبداللہ

افتتاحی تختی بھی اپنی دلکشی کی وجہ سے ہر کسی کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

نظریں کالج کے طول و عرض کو جانچ رہی تھیں اور قدم خود بخود اٹھ رہے تھے۔ ہمارے بائیں طرف کلیریکل سٹاف کے دفاتر اور اس سے متصل لائبریری وسیع ذخیرہ کتب سے مالا مال نظر آئی۔

کلبی رنگ کی چوڑی ٹائلوں سے بنی پگنڈی پر چلتے چلتے موٹے تازے انگریزی الفاظ Mechanical Department سے نظریں ملیں۔ سیڑھی کے پہلے کی بجائے دوسرے قدم پر پاؤں رکھا اور دوسرا قدم ڈیپارٹمنٹ کے فرش پر۔ تھوڑا آگے تجرباتی لیب اور کلاس روم شروع ہو گئے۔

کلاس روم کھلے ہو اور اور صاف ستھرے فرنیچر سے مزین تھے۔ ہم نے سب سے پہلے لیب میں جھانکا طلبہ کے لئے تجرباتی ویلڈنگ اسسٹنٹ کا وسیع تر انتظام تھا۔ اس کے علاوہ وڈ

شاپ، مشین شاپ اور سٹیل شاپ بھی قابل تعریف تھیں۔ کمپیوٹر لیب، درجنوں کمپیوٹرز سے مزین تھی۔ ڈیپارٹمنٹ کے سامنے خوبصورت اور کشادہ لائن

ترتیب وار لگے ہوئے پودے پھولوں کی پگھڑیوں پہ تیلیوں کی آنکھ بھولی ہر طرف ہریالی اور تازگی آنکھوں میں سجائی جا رہی تھی۔

(باقی صفحہ نمبر 42 پر)

پایا۔ پہلے تو محسوس ہوا کہ شاید پوچھتاچھ میں کافی وقت گنوا ڈالے گا مگر وہ بیچارہ تو سردی سے ٹھٹھرتا آگ سینکنے میں مگن تھا۔ ہم نے اسے سلام کیا تو اس نے بڑے خوش الحان انداز میں مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔

گیٹ کے بالکل سامنے خوبصورت پھولوں سے انگریزی میں لفظ "GCT" بنا ہوا کالج کی خوبصورتی کو دوبالا کر رہا تھا۔ قدموں کو ذرا جھنیش دی اور سڑک کے کنارے قطار در قطار سفیدے کے پیڑ نظر آئے جن کے سینوں پر اللہ کے پیارے نام 'الملک' 'القدوس' 'السلام' لکھے ہوئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا، چھپھاتے پرندے دل و دماغ میں عجب رس گول رہے تھے۔ یہ سارا ماحول کسی شیریں مشروب سے زیادہ میٹھا محسوس ہو رہا تھا۔

بہر کیف چند قدم آگے بڑھے تو دائیں جانب

غل چپاتی، سڑک چپاتی گاڑیاں اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھیں اور ہم دیوسائی کی سی ہلکی ہلکی دھند میں ساہیوال کے جنرل بس اسٹینڈ سے پاکستان بھر میں معروف "گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ساہیوال" (GCT) کا وزٹ کرنے نکلے تھے۔ شہر کا اوور ہیڈ برج کراس کرنے لگے تو دائیں بائیں برسوں پرانا دور دور تک پھیلا ریلوے ٹریک سنسان پایا۔ تھوڑا آگے بڑھے تو تاحد نگاہ پھیلی اپر باری دو آب کینال کا ٹھاٹھیں مارتا، شور مچاتا پانی ہی پانی تھا۔ یہ وہی نہر ہے جس کے مندر زور پانی نے پچھلے برس جی سی ٹی کے شیروں جیسے چند نو جوانوں کو ابدی نیند سلا دیا تھا۔

مختلف واقعات، خدشات اور باتوں کو ذہن میں لئے آگے چل دیئے۔ پھر آگے ہمارے بائیں طرف "جناح پبلک لائبریری" کی دلکش عمارت نظر آئی۔ بالکل سامنے دیکھا تو

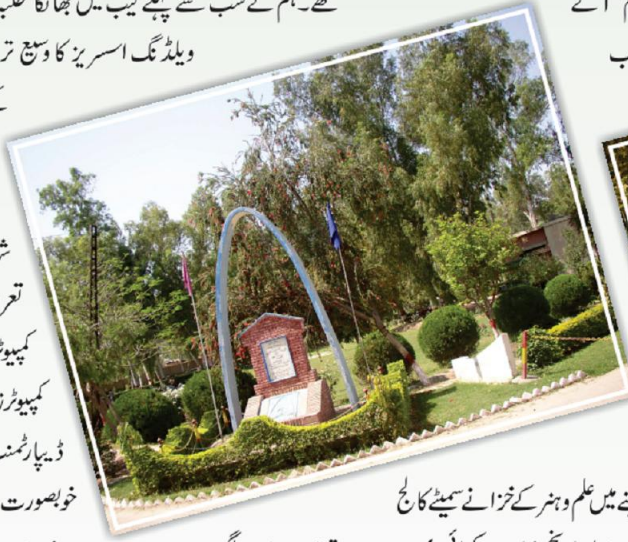
لاہور کی تاریخی بادشاہی مسجد کی طرز پر ایک عمارت کو پایا۔

ہر گاہ پر نت

نئے مناظر دیکھتے ہوئے لائبریری کے مغرب کی

جانب مختلف سکولوں کالجوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے ہماری نظریں ایک بڑے بورڈ پر جا پھریں جس پر لکھا تھا "گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ساہیوال"۔

کالج میں داخل ہوئے تو بائیں جانب سیکورٹی گارڈ کو



اپنے سینے میں علم و ہنر کے خزانے سمیٹے کالج کی سبہ منزل تاریخی عمارت دکھائی دی۔ عمارت کے عقب میں مختلف ڈیپارٹمنٹ کی نشاندہی کے لئے بورڈ آویزاں تھے۔ بورڈ کے ساتھ ہی خوبصورت ڈیزائن میں اڑھائی دہائیاں پہلے صوبائی وزیر تعلیم کے دست مبارک سے لگی

کوئز مقابلہ

معلومات قرآن

- 1- حضور اکرم ﷺ کی رضاعی بہن شیماء کا اصل نام کیا تھا؟
- 2- ابرہہ کے لشکر میں کل کتنے ہاتھی تھے؟
- 3- حضور اکرم ﷺ کے والد محترم عبداللہ کا لقب کیا تھا اور کیوں پڑا؟
- 4- حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا کیا نام تھا؟
- 5- واقعہ شق صدر سے کیا مراد ہے اور یہ کس سن میں پیش آیا؟

ہدایات برائے کوئز مقابلہ

- ☆..... صحیح جوابات خوشخط لکھ کر روانہ کریں۔
- ☆..... ایک سے زیادہ صحیح جوابات موصول ہونے پر حتمی فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوگا۔
- ☆..... جوابی لفافے پر اپنا پورا صحیح پتہ لکھیں۔
- ☆..... اول، دوم، سوم آنے والوں کو بالترتیب 500، 300 اور 200 کی کتب ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: آپ کے جوابات 20 جنوری 2012ء تک موصول ہو جائیں

نتائج کوئز مقابلہ

اول ابوسفیان۔ فیصل آباد

دوم محمد عمار کراچی۔ کراچی

سوم ابو محمد۔ مرید کے

اخبار طلباء

- درج ذیل فقرات اخبار طلباء کے کس مضمون اور صفحہ پر ہیں، مضمون نگار کا نام بھی لکھیں۔
- 1- معاہدے کی تیسری دفعہ قریش کے لئے ایک بڑی شکست کا مظہر تھی۔
 - 2- دونوں بچے اس بات پر مصر تھے کہ ہم نے جنگ میں جانا ہے اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا ہے۔
 - 3- ہم جب کسی معزز کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کر دیتے۔
 - 4- مجھے امید ہے کہ میرا رب آپ کے بارے میں میری سفارش کو رد نہیں کرے گا۔
 - 5- میرے روئیں روئیں میں ایک جان ہے جسے اللہ کی راہ میں اس عذاب کیساتھ قربان کر رہا ہوں۔

پتہ: پی او بکس نمبر 966 جی پی او لاہور پاکستان

گزشتہ کوئز مقابلہ کے درست جوابات

- | | |
|--|--|
| تاریخ سے سوالات کے درست جوابات: | اخبار طلباء سے سوالات کے درست جوابات: |
| 1- عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ | 6- صفحہ 15، مضمون ”امر بیکہ سمندری طوفان کی زد میں“، مضمون نگار وقار احمد FCCU |
| 2- حاکم: منذر بن ساوی اپنی: حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ | 7- صفحہ 31، مضمون ”کرسس“، مضمون نگار حافظ عرفان UET |
| 3- عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ | 8- صفحہ 29، مضمون ”یوتھ فیسٹیول“، مضمون نگار ”خطلہ عماد“ |
| 4- تین سو اونٹ | 9- صفحہ 41، مضمون ”سوشل میڈیا“، مضمون نگار ”اسامہ UOL“ |
| 5- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ربیعہ کے بیٹے شیبہ سے ہوا۔ | 10- صفحہ 20، مضمون ”کشیمیر“، مضمون نگار ”طہ انجار COMSAT“ |

دیدہ زیب رنگوں میں

قیمت کم
خوبیاں زیادہ



داعیانِ کتابِ سنت کے جذبات کی آئینہ دار

المحمدیہ ڈائری 2013

- صفحہ بہ صفحہ آیات و احادیث کی مہک
- طہارت، وضو اور نماز کا مسنون طریقہ اور دعائیں
- صبح و شام اور روزِ مَرہ کی مسنون دعائیں
- سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے موثر راہنمائی
- الحمد یہ سٹوڈنٹس پاکستان کا مکمل تعارف

منفرد خصوصیات

4- لیک روڈ چو برجی لاہور | غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
+92-42-37242314 | +92-42-37230549

دَارُ الْمَدِیْنَةِ

Office Al Muhammadiyah Students : 042-37242754